ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 02 No. 04. Oct-Dec 2024.Page#.1483-1512
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

ADDRESSING GENDER-CENTRIC CONCERNS: AN ANALYTICAL STUDY OF WOMEN'S RIGHTS AND ROLES IN ISLAMIC TEACHINGS

Hafeeza Bano Arain
PhD Scholar, Institute of Islamic Studies, Shah Latif University Khairpur.
missbano709@gmail.com
Dr. Wajahat Khan
Lecturer Islamic Studies, University of Kotli, AJ&K
Wajahat_iiui@yahoo.com

ABSTRACT
The social, economic, and political status of women is an important issue worldwide, and there are many issues that affect the well-being of women and the protection of their rights. These issues are rooted in various cultural, social, and economic factors, and finding solutions to them is important not only for women but also for the development of the entire society. The following are the main issues faced by women. Access to education, Economic independence, Sexual harassment and violence, Access to health facilities, social status of women, Enforcement of the law, Traditional violence against women. The social role and status of women are very important for the development of any society. Islam has given women rights in every sphere of life and has protected their rights. But unfortunately, in today's era, women are facing various problems. Violence against women is a serious problem that is found all over the world. Domestic violence, sexual violence, and mental violence have become everyday problems for women. The nature of the problems facing women is complex and diverse. The solution to these problems requires effective measures at the social, cultural, and legal levels. In order to protect women's rights and elevate their status, it is not only the responsibility of governments but also of every individual to ensure that women get their rights and equality, so that they can play their full role in the social, economic, and political arenas. Islam not only gave women their personal rights but also provided them with equality at the social level. In Islam, women have full authority to make their own decisions. Hazrat Aisha (RA), who was a great scholar and political figure, highlighted the importance of women at the social level. Problems regarding women are being faced not only in the Islamic world but also at the global level. However, the position and rights given to women in Islam are much completer and more comprehensive than any other religion or law in the world. Islam has guaranteed women dignity, respect and rights and has laid down strong principles to resolve their problems.

***Keywords**: Economic Independence, Sexual Harassment, Violence, Gender Discrimination, Enforcement of the Law.*

تعارف:

ہمارے معاشرے میں ہمارے ارد گرد روزانہ کی بنیاد پر اخبارات میں الیکٹرانک میڈیا میں پرنٹ میڈیا سوشل میڈیا غرض یہ کہ ہر جگہ ان مسائل کے حوالے سے بڑھتے ہوئے واقعات اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ یہ صرف واقعات نہیں بلکہ ہمارے معاشرے کی حقیقت پر مبنی شرمناک سچائیاں ہیں یہ وہ تمام مسائل ہیں کہ ان میں کسی نا کسی مسئلے کا ہمارے معاشرے کی ہر عورت یا تو شکار ہو چکی ہے یا ہو رہی ہے یا پھر مستقبل میں شکار ہونے کے خوف میں مبتلا ہے۔ جس کی وجہ سے آج کی عورت میں احساس کمتری جنم لے رہا ہے جس سے ان کے گھر کی بنیادیں ہلنے لگی ہیں ان کی چار دیواری ان کے لیے قید خانے کا روپ دھار چکی ہے اور وہ عجیب کسمپرسی کے عالم میں یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ کہاں ہیں وہ حقوق جو ان کے مذہب نے دے کر ایام جاہلیت کی پستیوں سے انہیں نکالا تھا ان حالات سے دلبرداشتہ ہو کر خواتین اپنے خاندان، گھر اپنے رشتوں اور معاشرے سے باغی ہو رہی ہیں اور معاشرہ اس خرابی کی وجہ سے شدید ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے ہمارے معاشرے کے تینوں طبقات یعنی اعلی متوسط اور نچلا طبقہ اپنی اپنی جگہ ان تمام مسائل کا شکار ہے اور ان تینوں طبقوں میں ان مسائل کے حوالے سے مثبت، متوازن اور منفی رویئے نظر آتے ہیں جن کی وجہ سے ہمارا معاشرہ دن بدن تنزلی کی طرف گامزن ہے۔ ترتیب وار ان مسائل کا جائزہ لیتے ہیں۔

1۔ بیٹی کی پیدائش پر ردعمل

ہم اکیسویں صدی میں رہ رہے ہیں مگر آج بھی ہمارے معاشرے کے کم پڑھے لکھے طبقے اور کچھ پڑھے لکھوں میں بھی اس معاملے پر سوچ 1500 سال پہلے والی ہے بیٹے کی پیدائش ہو تو خوب شادیانے بجاتے ہیں مٹھائیاں بانٹی جاتی ہیں لیکن بیٹی کے پیدا ہوتے ہی مایوسی چھا جاتی ہے آج لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن تو نہیں کرتے لیکن بیٹیوں کو بادل نخواستہ قبول کرتے ہیں بیٹی کی پیدائش پر ان کے حال کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا چہرہ کی افسردگی اور رویہ میں بدلی ان کے دل کا حال عیاں کر رہی ہوتی ہے آج بھی بیٹی کی دنیا میں آمد کا سن کر لوگوں کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے کچھ سنگ دل لوگ تو بیٹی کی جنس معلوم ہوتے ہی اسقاط حمل کروا دیتے ہیں اور اس کی عام مثالیں ہندوستان میں عام ملتی ہیں اس بارے میں قرآن کہتا ہے۔

اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کہ کس خطا پہ ماری گئی۔ [1]

"یہ سوال بظاہر اس سنگ دل باپ اور شقی القلب ماں سے ہونا چاہیے جنہوں نے ایک معصوم بچی کو اپنے ہاتھوں سے زیر زمین دبایا تھا اس کی جگہ پر بچی سے پوچھا جا رہا ہے کہ تم نے ایسا کیا جرم کیا تھا کہ تمہیں یہ ہولناک سزا دی گئی وہ جب بتائے گی کہ اس کی آنکھیں بھی نہ کھلی تھیں تو کیوں بند کر دی گئی اور دنیا کو جی بھر کر دیکھنے سے پہلے ہی ختم کر دیا گیا تھا تو ظالم ماں باپ کی زبانوں پر تالے لگ جائیں گے اور وہ اپنے ظلم کی کوئی توجیہہ نہ کر سکیں گے۔ [2]

یہ ایسا سوال ہے کہ ایسے لوگوں کو اس کا جواب دینے کے لیے تیار رہنا چاہیے آج بھی بیٹی ایسا ناپسندیدہ بوجھ سمجھی جاتی ہیں کہ جس سے جان چھڑانے کے لیے ایک لمبے عرصے تک اس کی ذمہ داریاں نبھا کر خود کو ہلکان کرنا ہوتا ہے اور اس کے بعد اس کی شادی کر کے یوں نگاہیں بدل لی جاتی ہیں کہ جیسے اس بوجھ کو اتار کر ہی سکون کی سانس میسر آئی ہو حالانکہ دین اسلام کے آتے ہی عورت اور بیٹی کو وہ مقام اور

عزت دی گئی کہ جس کی نظیر کسی مذہب اور تہذیب میں نہیں ملتی مگر ہمارے معاشرے میں کچھ تو بر صغیر پاک وہند سے لیے گئے ثقافتی مظاہر کے اثرات جو کہ ہماری رگوں میں سرایت کر چکے ہیں جس میں بہت سی مختلف مذاہب کے مختلف رسومات شامل ہیں جن میں عورت کو کبھی کوئی اہمیت نہیں دی گئی ہم آج بھی انہیں سینے سے لگائے بیٹھے ہیں جس کی وجہ ہمارے اپنے اسلاف اور اکابرین اسلام کی حیات مبارکہ سے آگاہ نہ ہونا اور اپنے مذہب کی تعلیمات سے دوری ہے اس کے علاوہ ہم اپنے اعمال کو خدا اور آخرت کے خوف اور خیال سے عاری رکھتے ہوئے کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہم صحیح غلط حرام حلال کا فرق بھلائے بیٹھے ہیں ہمارے مذہب میں بیٹی کو رحمت قرار دیا گیا ہے لیکن اگر انسان اس بات کو سمجھ لے تو کون ہو گا جو کہ رحمت سے نوازے جانے پر افسردہ ہو یہ رویہ ہماری بیٹیوں میں احساس کمتری اور توہین کا احساس پیدا کرتے ہیں ارد گرد کے رویے اور ماں باپ کی فکریں بیٹی میں اپنے وجود کے لئے نفرت اور شرمندگی پیدا کرتی ہیں بیٹوں کی پیدائش پر مٹھائی بانٹنا اور بیٹی کی پیدائش پر اس کے بارے میں بات نہ کرنا معاشرے میں غلط رواج کو فروغ اور ناانصافی کے احساس کو بڑھاتا ہے۔

2۔بیٹے اور بیٹی کی پرورش میں صنفی امتیاز

آج بھی تقریباً ہر معاملے میں خوراک لباس رہن سہن تعلیم و تربیت اور شادی بیاہ ہر معاملے میں بیٹے کو بیٹی پر فوقیت دی جاتی ہے حدیث کے مفہوم کے مطابق جب گھر پر کوئی چیز لے کر آئیں تو پہلے بیٹی کو دیں مگر ہمارے معاشرے میں مائیں ہر اچھی چیز پہلے بیٹے کے لئے خود نکال کر رکھتی ہیں بلکہ بیٹی کو بھی سکھاتی ہیں کہ پہلے بھائی کے لیے نکالیں اور خود بچا کچھا کھایا جائے اسی طرح لباس کے معاملے میں کیوں کہ بیٹا زیادہ تر بغیر گھر سے باہر گزارتا ہے تو اس کا لباس اچھا عمدہ اور باقاعدگی سے بنوایا جاتا ہے رہن سہن اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے بات کی جائے تو بھی بیٹے کو فوقیت دی جاتی ہے تعلیم کی بات کی جائے تو بیٹی کو تعلیم نہیں دی تو خیر ہے کہہ دیا جاتا ہے مگر بیٹے کے لئے زمین، مکان بیچ کر بھی تعلیم کا بندوبست کیا جاتا ہے اور اسے کامیاب بنانے میں ہر ممکن مدد دی جاتی ہے مگر بیٹی کے معاملے میں لاپرواہی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے شادی بیاہ کے موقع پر لڑکوں کو مکمل آزادی ہوتی ہے کہ وہ اپنی پسند گھر والوں کے سامنے رکھ کر اسے حاصل کریں مگر لڑکی کسی کے لیے پسندیدگی کا اظہار کرے تو کلہاڑی کا ایک ہی وار سے اس کا سر تن سے جدا کر دیا جاتا ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے مر کر جان دے کر بھی "کاری" کہلاتی ہے ماں باپ کی مرضی سے شادی کے بعد بھی مرد کی ہر غلطی ہر زیادتی ہر ظلم چپ چاپ برداشت کرنے کی تلقین کی جاتی ہے کبھی ماں باپ اور کبھی اولاد اس کے پاؤں کی بیڑی بن جاتی ہے اور وہ عورت اسی ماحول میں اپنے جیسی ایک اور بیٹی کی پرورش کرنے میں جت جاتی ہے ان تمام حالات کے پیچھے ماں باپ کی یہ فرسودہ سوچ کے بیٹے ان کے محفوظ مستقبل کی ضمانت ہیں اور ان سے ہماری نسل چلے گی کا لالچ ہے جب کہ آج کے دور میں سینکڑوں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جن کو دیکھ کر ماں باپ کو عبرت پکڑنی چاہئے ماں باپ اپنے اصل اور سوچ کی وجہ سے بیٹیوں کے خلاف ظلم اور ناانصافی میں اپنے بیٹوں کا ساتھ دیتے ہیں تا کہ اولاد خوش رہے اور ان کا مستقبل محفوظ رہے مگر اسی گھر میں رہنے والی بہو بیٹیوں اور ان کے بچوں کے دلوں میں ان کی کوئی عزت باقی نہیں رہتی انہیں کی خوشی کی خاطر ماں باپ بیٹیوں کو وراثت تعلیم اور حقیقی آزادی رائے سے اور شخصی آزادی سے محروم کر دیتے ہیں اور بعد میں پھر بڑھاپے میں اس پر پچھتاتے ہیں اور آخرت میں بھی ان سے اس بارے میں سوال ہو گا

کیوں کہ دیکھنے میں آیا ہے کہ بیٹیاں فطرتاماں باپ کے نزدیک ہوتی ہیں بیٹوں سے زیادہ دیکھ بھال اور محبت احساس کے ساتھ ماں باپ کی دیکھ بھال کرتی ہیں اور سارے خاندان کو ایک ساتھ لے کر چلتی ہیں۔

"فقہاء احناف نے لکھا ہے کہ لڑکے کے نان ونفقہ کی ذمہ داری اس کے بالغ ہونے تک ہے اس کے بعد باپ پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے البتہ لڑکی کے نان ونفقہ کی ذمہ داری اس کے بالغ ہونے کے بعد شادی تک باقی رہے گی۔[3]

مگر یہ صنفی امتیاز ماں کی گود سے لے کر قبر تک اس عورت کے ساتھ رہتا ہے ہر جگہ پر اسے عورت ہونے کی وجہ سے پیچھے رکھا جاتا ہے حالانکہ ہمارے دین میں عورت کو وہی حقوق دیے ہیں جو کہ مرد کو دیے ہیں مرد عورت میں مرد کو صرف ایک درجہ فوقیت صرف اس بنا پر حاصل ہے کہ وہ اپنا مال عورت پر خرچ کرتا ہے اس کے علاوہ معاشی، معاشرتی اور قانونی ہر طرح سے مرد و عورت برابر کے حقوق رکھتے ہیں صرف جسمانی بناوٹ، ساخت اور فطری صلاحیتوں میں فرق کی وجہ سے اللہ کریم نے انہیں مختلف ذمہ داریوں کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن یہ اختلاف انفرادیت کا ہے حقارت شرمندگی کا نہیں اس بات کو سمجھنا اور سمجھانا وقت کی اولین ضرورت ہے۔

3۔بے جا سختی، ڈانٹ ڈپٹ اور پابندیاں

ہمارے معاشرے نے ایک عورت کے متعلق ایک اچھی عورت کیسی ہوتی ہے جو معیار بنایا ہے اس کے تین درجے ہیں ظاہری اور باطنی خوبصورتی ذمہ داریاں نبھانے کی اہلیت اور تربیت میں مندرجہ ذیل نقاط ہونالازم ہے۔

اچھی لڑکی ہر ظلم وزیادتی کو چپ چاپ صبر سے برداشت کرتی ہے بنا کر چلا کے اپنے متعلق فیصلہ معاملے اپنے حق کا شوہر نہ رکھے اور نہ ہی حق مانگنے کے باوجود سوال نہ کرے وراثت میں حصہ کے بارے میں سوچے بھی مت اور جائز وناجائز میں گھر والوں اور شوہر کا ساتھ دے سسرال کے گھر کو جہیز سازوسامان تحائف سے بھر دے اور ہمیشہ بھرتی رہے اپنی کسی بھی تکلیف کا اظہار کیا بنا دوسروں کے آرام کا خیال رکھے مگر بدقسمتی سے یہ تینوں معیارات ایک عورت میں موجود ہونا صرف ناولوں ڈراموں اور فلموں میں ہی ممکن حقیقت میں ہر انسان خوبیوں اور خامیوں کا مجموعہ ہوتا ہے ہر انسان کے ذہن میں نیکی اور بدی کی جنگ چلتی ہے اور ہر انسان جاہل نہیں ہوتا ہر انسان میں شعور ہوتا ہے اور جہاں یہ سر اٹھائے وہاں سے فساد وبغاوت کا ماحول شروع ہو جاتا ہے ہمارا معاشرہ انتہا پسندی کی ایک خاص جگہ پر پہنچ چکا ہے جہاں ایک طرف تو ایسی عورت بھی ہے کہ معاشرے کے معیارات کو پورا کرنے کے لیے ماں باپ اپنی بیٹیوں کو اس سانچے میں ڈھالنے کے لئے بے جا سختی اور ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں طرح ان پر یہ ظلم شروع ہی ماں باپ کے گھر سے ہو جاتا ہے اور وہ پھر قبر تک انہیں اندھیروں میں گھری رہتی ہے اور بغاوت کی صورت میں گھر سے بھاگنے، کاروکاری اور بعض اوقات خودکشی تک نوبت اجاتی ہے۔

"حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تحائف کی تقسیم میں اپنی اولاد میں برابری رکھو اور اگر میں کسی کو کسی پر فضیلت دیتا تو عورتوں بیٹیوں کو بیٹوں پر فضیلت دیتا۔[4]

ہمارے معاشرے کا ہر طبقہ ان معیارات کو کسی نہ کسی حد تک اپنی بیٹیوں کی تربیت میں شامل کرتا ہے البتہ دوسری طرف کچھ تعداد ایسی عورتوں کی بھی ہے جو شروع سے ہی ہر طرح کی پابندیوں اور قواعد سے آزاد مادر پدر آزاد طریقے سے پروان چڑھ کر خرابیوں کا باعث بنتی

ہیں البتہ ان عورتوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے بڑا طبقہ ان لوگوں کا ہے جہاں والدین اپنے ہاتھوں اپنی بیٹیوں میں کم مائیگی کا احساس اور احساس کمتری پیدا کر دیتے ہیں اور ساری عمر کے لیے انہیں زندہ در گور کر دیتے ہیں وہی لاشعوری طور پر اپنے بیٹوں میں احساس برتری اور غلط صحیح کی تفریق مٹادیتے ہیں۔

"آپ ﷺ کی بیٹیوں کو آپ کی محبت کا ایک بڑا حصہ ملا چنانچہ حضرت فاطمہ جب آپ کے پاس آتی ہیں تو آپ انکا ہاتھ پکڑ کر چوم لیتے اور اپنی خاص مجلس میں بٹھاتے اسی طرح جب آپ ﷺ ان کی طرف جاتے تو وہ آپ کے ہاتھوں کو چومتیں اور اپنی خاص مجلس میں بٹھاتیں۔[5]

کیونکہ حقیقت ہے کہ ہم اپنے گھر والوں سے ہی سیکھتے ہیں تو اس ماحول میں جہاں ایک فریق کے ساتھ اتنی زیادتی ہو رہی ہو اور دوسرے کی ہر جائز و ناجائز کی چھوٹ ہو جہاں لڑکیوں کو اٹھنے بیٹھنے، ہنسنے بولنے، سونے جاگنے کے آداب سکھائے جاتے ہوں اور بات بے بات ٹو کا جاتا ہو اور لڑکوں کو ہر معاملے میں مکمل آزادی حاصل ہو ان کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کی جاتی ہو تو لڑکوں میں احساس تفاخر اور لڑکیوں میں احساس کمتری کا پیدا ہونا بہت عام سی بات ہے پھر اس رویے کے ساتھ اس کے ساتھ اگر آپ ایک اچھے معاشرے کی امید رکھتے ہیں تو یاد رکھیں افراط و تفریط دونوں ہی غلط ہیں اور ذہنی طور پر بیمار لوگ ایک صحت مند معاشرہ تشکیل نہیں دے سکتے۔

4۔ حصول علم میں رخنہ اندازی

"اسلام سے پہلے عورت پر علم کے دروازے بند رکھے گئے تھے علم کا میدان مرد کا سمجھا جاتا تھا مردوں میں بھی خاص طبقات علم حاصل کرتے تھے اور عورت تعلیم کی بارگاہ سے دور جہالت کی زندگی بسر کرتی تھی اسلام نے علم کے دروازے عورت اور مرد دونوں کے لیے کھلے رکھے۔اس طرح کی پابندیاں ختم کی اور ہر طرح کی آسانیاں فراہم کیں۔خاص طور پر لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دلائی اس کی ترغیب دی اور کار ثواب کمایا۔[6]

ہمارے معاشرے میں بھی ایک بڑا حصہ لڑکیوں کے لیے تعلیم کو ضروری نہیں سمجھتا ان کا خیال ہوتا ہے کہ کون سا اس نے باہر نکل کر کام کرنا ہے اور دوسری طرف ہمارے دیہاتوں اور چھوٹے شہروں میں لوگوں کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ اگر لڑکی پڑھ لکھ جائے گی تو یہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی کیونکہ اس میں لوگوں سے ملنے اور بات کرنے کی جرات پیدا ہو جائے گی لوگوں کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ بیٹی اگر گھروں سے باہر نکلیں تو وہ گھر والوں سے بددل ہو کر گھر سے باہر لوگوں کی باتوں میں آکر غلط راہ اپنا لیتی ہیں اور والدین کے منع کرنے سے والدین سے ناراض ہو کر انہیں اپنا دشمن سمجھنے لگتی ہیں اور ان کی دشمن سمجھتے ہوئے غیر لوگوں پر اعتبار کر کے گھر سے بھاگ کر اپنی اور اپنے والدین کی عزت کو داؤ پر لگا دیتی ہیں اگر دیکھا جائے تو اس معاملے میں ماں باپ کا قصور زیادہ ہے کے اپنی بیٹی کو اتنا اعتماد اور پیار نہیں دیتے کہ بیٹی اپنے والدین سے قریب ہو جائیں ایک طرف وہ بیٹے کو فوقیت دے کر بیٹیوں کو نیچا دکھاتے ہیں اور اس کا مظاہرہ والدین ہر معاملے میں بچے بچیوں کے درمیان کرتے ہیں جس سے بچیوں میں ڈپریشن ٹینشن پیدا ہوتی ہے اور اپنے ماں باپ بھی انہیں دشمن نظر آنے لگتے ہیں ایسے میں کسی کے لیے بھی ان کو غلط راستے پر لے جانا بالکل بھی مشکل نہیں ہے اس کے برعکس جو والدین اپنے بیٹیوں کو خاص طور پر اعتماد پیار اور تعلیم و تربیت دیتے

ہیں ان کی اولادیں ذہنی اور نفسیاتی طور پر مضبوط اور ہر مشکل کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہتی ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں میں بیٹیوں کو تعلیم دینے کا شعور اجاگر ہو رہا ہے اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے معاشرے میں بیٹیوں میں تعلیم عام کریں تا کہ وہ ایک بہترین باشعور عورت بن کر بہترین نسل پروان چڑھا کر ایک عمدہ معاشرہ تشکیل دینے میں مددگار ثابت ہوں۔

5۔ نکاح میں پسند کا اختیار نہ دینا (جذباتی طور پر ہراساں کرنا)

نکاح زندگی کا اہم ترین فیصلہ جس کا اختیار دین نے عورت اور مرد دونوں کو دیا ہے مگر ہمارے ہاں عورت سے پوچھنا تک گوارا نہیں کیا جاتا ابو سلمہ سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"بیوہ عورت کا اس وقت تک نکاح نا کیا جائے جب تک اس سے صاف صاف زبان سے اجازت نہ لے لی جائے اسی طرح کنواری کا بھی نکاح نہ کیا جائے جب تک وہ اذن نہ دے تو لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیوں کر اذن دے گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا اذن یہی ہے کہ وہ سن کر چپ ہو جائے۔[7]

دراصل ہمارا کلچر ہی کچھ ایسا ہے کہ اولاد کے متعلق ہر طرح کے فیصلے ماں باپ خود لینا چاہتے ہیں انہیں یہ لگتا ہے کہ بچے جو فیصلہ کرتے ہیں وہ درست نہیں ہوتا اور ہم چونکہ زندگی کے بہت سارے سال اس دشت کی سیاحی میں گزار چکے تو لوگوں اور معاملات کے بہتر اندازے اور تجربے کی بنا پر بہتر فیصلہ لے سکتے ہیں یہ بات کسی حد تک درست بھی ہے مگر ہمارا دین یہ کہتا ہے کہ نکاح میں عورت اور مرد کی مرضی ہونا لازم ہے اگر ان میں سے کوئی ایک بھی راضی نہیں ہے تو ان کے ساتھ زبردستی نہیں کی جا سکتی مگر ہمارے ہاں پاکستانی معاشرے میں ڈنڈے کے زور پر اپنی بات منوانے کا عام رواج ہے میانہ روی کو ہم بالکل بھی اہمیت نہیں دیتے دوسری طرف عوام الناس کے ذہنوں میں یہ سوچ ہے کہ جو لڑکی کو کسی مرد کو اپنے لئے پسند کرے وہ آوارہ ہوتی ہے حالانکہ یہ بات بالکل بھی درست نہیں ہے زندگی میں بہت سے ایسے حالات آتے ہیں جہاں عورت کسی نہ کسی طرح مرد کے بارے میں جان جاتی ہے اور سمجھتی ہے کہ وہ اس کے لئے ایک اچھا شوہر ثابت ہو سکتا ہے ایسے میں وہ اپنے والدین کے زریعے بات آگے بڑھا کر نکاح کر سکتی ہے اور اس میں کوئی شرم کی بات نہیں ہے مگر ہمارے ہاں زیادہ تر لوگوں میں والدین اس بات کو اچھا نہیں سمجھتے اور اسے بے غیرتی گردانتے ہیں کیونکہ مجموعی طور پر معاشرتی سوچ یہی ہے جبکہ کچھ والدین اس ڈر سے بچی کو نہیں پوچھتے کی بیٹی کسی کا نام نہ لے دے اس ضمن میں یہ بات قابل غور ہے کہ زیادہ تر والدین کو اپنی بچی کے ارادوں کا اندازہ ہوتا ہے کہ بچی کسی کو پسند کرتی ہے مگر وہ بچے کو جذباتی طور پر ہراساں کر کے کہ ہمیں پتا ہے کہ ہماری مرضی کے خلاف نہیں جائے گی یہ کہہ کر اس کی شادی اپنی مرضی سے کہیں نہ کہیں کر دیتے ہیں اس تمام معاملے میں والدین کی نیت پر شک نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بلاشبہ وہ اپنی اولاد کے لئے بہترین فیصلہ کرتے ہیں مگر اس بچے کے دل میں یہ بات آ جاتی ہے کہ شاید اس کی مرضی سے رشتہ طے پایا ہوتا تو زیادہ خوش رہ پاتے۔

"اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا مجھ سے امام مالک نے انہوں نے عبد الرحمان بن قاسم سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے عبدالرحمن اور مجمع سے جو دونوں یزید بن جاریہ کے بیٹے تھے انہوں نے خنساء بنت حذام سے ان کے باپ نے ان کا نکاح کر دیا وہ ثیبہ یعنی پہلے خاوند کر چکی تھی اس دوسرے نکاح سے ناراض تھی آخر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو آپ نے ان کا نکاح جو باپ نے کیا تھا فسخ کر ڈالا۔ 8

بہت ساری لڑکیاں صرف اتنا چاہتی ہیں کہ ان کے والدین ان کی زندگی کے اس سب سے بڑے فیصلے میں ان کی مرضی اور پسند ناپسند کے متعلق رائے ضرور لیں مگر والدین ان کی سوچ کی نفی کر کے خود ہی ان کے متعلق فیصلہ لے لیتے ہیں۔

اس معاشرے میں کچھ ایسے والدین بھی پائے جاتے ہیں جو کہ اپنے بچوں کی زندگی کے اہم فیصلے کرتے وقت اپنے ذاتی مفاد کو سامنے رکھتے ہیں اور اپنی بچیوں کو کسی بلینک چیک کی طرح کیش کرواتے ہیں اس کی اعلی مثالیں ہمارے معاشرے میں ونی، وٹہ سٹہ اور بے جوڑ شادیوں کی صورت میں نظر آتی ہیں حالاں کہ ہمارے دین نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مرد کو عورت کفو ہونا چاہیے یعنی کے برابری تاکہ عورت کو نئے گھر میں نئے لوگوں کے ساتھ بسنے میں کسی قسم کی دشواری کا سامنانہ کرنا پڑے اور باقاعدہ نکاح کی شرائط وضع کی گئی تاکہ دونوں اطراف سے سوچ سمجھ کر دانشمندانہ فیصلہ کیا جائے کیوں کہ شادی سے ایک پورا خاندان وجود میں آتا ہے اور اگر اس کی بنیاد ہی جھوٹ زبردستی پر ہو گی تو اس کا مستقبل ایک گھر اور نسلوں کی تباہی کی صورت میں ہو گا لہذا والدین کو چاہیے کہ بیٹے کی طرح بیٹیوں پر بھی اعتماد کریں ان کی زندگی کے اس اہم ترین فیصلے میں ان کو شامل کریں تاکہ وہ خوشی سے اپنی زندگی کا اہم ترین سفر شروع کر سکیں اور ایک بہتر خاندان اور بہتر نسل پروان چڑھا سکیں۔

"شوہر کے انتخاب میں عورت کو چاہیے کہ وہ اچھے سنجیدہ اور بردبار انسان کو اپنا ہم سفر بنائے ایسے شوہر کا انتخاب کریں جس میں دینداری اخلاق اور شفقت وجو پڑھا لکھا اور مشفق اچھے نسب اور خاندان سے ہو بیوی بچے کی کفالت کرنے کا اہل ہو اور عائلی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھانے والا ہو۔[9]

اس کی بہترین مثال ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کی شادی اور ان کی زندگی سے ملتی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تحقیقات کروا کر اپنے بڑوں کے ذریعے اس کام کو سرانجام دیا والدین کو چاہیے کہ وہ بھی بے جا ضد اور انا کی وجہ سے معاملات کو خراب کرنے کے بجائے تدبر سے معاملات کا حل نکالیں اور اپنی انا کو ایک طرف رکھ کر اپنے بچوں کے بہتر مستقبل اور خوشی کے لئے سوچیں۔

6۔ بیٹی والوں کا پیغام نکاح بھیجنا

فی زمانہ اپنی بچیوں کے لئے مناسب رشتوں کا انتظام کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے مگر بعض اوقات ہمارے اپنے رشتہ داروں اور جاننے والوں میں بہترین رشتے ہوتے ہیں مگر بیٹی والے صرف شرم کی وجہ سے ان سے اپنی بیٹی کے رشتے کے متعلق بات کرنے سے کتراتے ہیں حالانکہ اس سے دونوں اطراف کے کام آسان ہو سکتے ہیں دراصل ہمارے معاشرے کی مجموعی طور پر سوچ ہی ایسی ہے ایک طرف بچی کے والدین شرم محسوس کرتے ہیں تو دوسری طرف لڑکے والے لڑکی والون کی طرف سے پیغام آنے کو بے شرمی خیال کرتے ہیں جو کہ نہایت نامناسب بات ہے اس کا ثبوت ہمیں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی حیات مبارکہ میں ملتا ہے۔

"جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی بیٹی حضرت بی بی حفصہ رضی اللہ تعالی عنہ بیوہ ہو گئی تو انکی عدت کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کو ان کے نکاح کی فکر ستانے لگی ایک دن اسی طرح چلتے چلتے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس پہنچے اور

انہیں حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہ سے نکاح کا پیغام دیا جس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٗ نے ان سے سوچنے کے لئے کچھ وقت مانگا کچھ عرصے کے بعد دوبارہ ملاقات ہوئی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے معذرت کر لی اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٗ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس گئے اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا سے نکاح کی پیشکش کی جس سے سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے خاموشی اختیار کی اس بات سے آزردہ ہو کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انہوں نے سارا واقعہ بتایا نبی کریم ﷺ نے انہیں تسلی دی اور کہا کہ حفصہ کی شادی ابو بکر و عثمان سے افضل انسان ہو گی اور پھر باقاعدہ نکاح کا پیغام بھجوا کر حضرت بی بی حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کو اپنے عقد میں لے لیا۔10

یوں بی بی حفصہ رضی اللہ تعالی عنہ مسند ام المؤمنین پر فائز ہوئیں یہ واقعہ چشم کشا ہے کہ ہم کس تصوراتی دنیا میں رہ رہے ہیں ہم کس شرم و غیرت کے اور کیا معیارات بنا کر بیٹھے ہیں یہ وہ بت ہیں جن کو پاش کر کہ ہی ہم اپنے مسائل کے حل کی طرف جاسکتے ہیں بلاشبہ نبی کریم اور ﷺ صحابہ کرام کی اتباع میں ہی کامیاب زندگی کا راز چھپا ہے۔

7۔ عورت کا عمر میں زیادہ ہونا

ہمارے معاشرے میں والدین جب بیٹے کے رشتے کی تلاش میں نکلتے ہیں تو ان کی کوشش ہوتی ہے کہ لڑکی کی عمر کم سے کم ہو اور لڑکی کی عمر تھوڑی زیادہ ہو تو انہیں بہت اعتراض ہوتا ہے اس کے پیچھے ان کی یہ منطق ہوتی ہے کہ چھوٹی عمر کی لڑکی کو اپنے سانچے میں ڈھالنا آسان ہوتا ہے۔ جبکہ اس طرف توجہ نہیں دی جاتی ہے بڑی عمر کی لڑکی سمجھدار ہوتی ہے اور بہت اچھے طریقے سے گھر اور دیگر ذمہ داریاں سنبھال سکتی ہے لیکن ہمارے معاشرے میں ایسے رشتوں کو بھی جوڑا جاتا ہے اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی زندگی میں مثال ملتی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا جو کہ نبی کریم ﷺ کی چہیتی بیوی تھیں کہ ان کی زندگی میں نبی کریم ﷺ نے کبھی دوسری شادی نہیں کی اور آپ کی تمام اولاد انہیں سے ہوئی شادی کے وقت نبی کریم ﷺ کی عمر 25 سال جبکہ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کی عمر مبارک 40 سال تھی مگر ان کے ازدواجی زندگی بے مثال ہے نبی کریم ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پیار کی لوگ آج تک مثالیں دیتے ہیں۔

"احمد بن ابی رجاء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم سے نظر بن شمیل سے انہوں نے ہشام بن عروہ سے کہا مجھ کو میرے والد نے خبر دی انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ سے انہوں نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ کی کسی بھی بیوی پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا خدیجہ پر ہے۔ نبی کریم ﷺ بی بی خدیجہ کا بہت احترام کرتے تھے ان کی بہت تعریف کرتے تھے اور رسول اللہ سلم کو وحی آئی خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہ کو بہشت کے گھر کی خوشخبری دین جو خولدار موتی کا ہے۔[11]

"نبی کریم ﷺ نے ان کی صفات کو دیکھا بیوی نے بھی ان کی صفات دیکھیں اور نکاح ہو گیا اس ذریعہ سے اپنے محبوب ﷺ کو سکون عطا فرمایا کہ ساری عمر یاد کرتے رہے۔[12]

لہذا اس سوچ کو بدلنے کی ضرورت ہے جس سے بہت سی بچیوں کے گھر بسنے سے رہ جاتے ہیں اور آگے چل کر وہ نفسیاتی و جسمانی عوارض کا شکار ہو جاتی ہے۔

8۔ عورت کا حق مہر

حق مہر وہ رقم ہے جس کے عوض نکاح کے ذریعے مرد عورت کو خود پر جائز، حلال کرتا ہے یہ رقم دونوں فریقین کی رضامندی کے ساتھ طے کی جاتی ہے اور یہ عورت کا حق ہے نکاح کے شرائط میں سے ایک اہم شرط ہے جس کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔

"عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا شرطوں میں جن کو تم پورا کرو ان شرطوں کا پورا کرنا ضروری ہے جن سے تم نے عورتوں کو اپنے اوپر حلال کیا یعنی جن شرط پر نکاح باندھا۔"(13)

مہر عورت کو مالی طور پر خود مختار بناتا ہے لیکن ہمارے معاشرے میں آج یہ چلن ہو گیا ہے کہ کچھ لوگ نکاح میں یہ نیت اور سوچ رکھتے ہیں کہ وہ حق مہر ادا نہیں کریں گے بلکہ معاف کروالیں گے جو کہ نہایت افسوسناک امر ہے نبی کریم ﷺ نے اس طرح عورت کے پاس جانے والے کو زانی قرار دیا ہے اس حوالے سے مندرجہ ذیل صحیح بخاری کی حدیث خاص اہمیت کی حامل ہے۔

"ہم نے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا کہا ہم سے ابو غسان نے کہا مجھ سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے انہوں نے سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ سے انہوں نے کہا ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کے سامنے خود کو پیش کیا اتنے میں ایک شخص بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کو اس کی خواہش نہ ہو تو مجھ سے اس کا نکاح کر دیجیے آپ ﷺ نے پوچھا کہ تیرے پاس کچھ ہے بھی وہ کہنے لگا میرے پاس کچھ نہیں ہے آپ ﷺ نے کہا اپنے لوگوں کے پاس جاؤ کچھ تو لے کر آو کچھ نہ ہو تو ایک لوہے کی انگوٹھی ہی سہی وہ گیا اور پھر لوٹ کر آیا اور کہنے لگا خدا کی قسم مجھے تو کچھ نہ ملا ایک لوہے کی انگوٹھی بھی نہ ملی البتہ یہ تہبند میرے پاس ہے اس میں سے آدھا ٹکڑا میں اسے دیتا ہوں حضرت سہل رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ اس کے پاس اوڑھنے کو چادر بھی نہیں تھی صرف ازار ہی تھا نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ ازار کس کام آسکتی ہے تم پہنو تو عورت اس میں سے کچھ پہن نہیں سکتی اور وہ پہنے تو تم نہیں پہن سکو گے آخر وہ سخت مایوس ہو کر بیٹھ گیا تھوڑی دیر تک بیٹھ کر اٹھا واپس جانے لگا تو نبی کریم ﷺ نے جاتے ہوئے دیکھ کر فوراً بلایا یا کسی اور سے بلوایا اور پوچھا تمہیں قرآن میں سے کچھ یاد ہے وہ کہنے لگا فلانی فلانی سورتیں اس نے کئی سورتیں بتائیں آپ ﷺ نے فرمایا ہم نے اسے انہیں سورتوں کے بدلے میں تیری ملک نکاح میں دے دیا۔"14 یہ تو اللہ کا حکم ہے قران میں ہے کہ

عورتوں کے مہر خوش دلی سے ادا کیا کرو۔[15]

اس کے باوجود کچھ لوگ نکاح تو کرتے ہیں اور مہر پر رضامند بھی ہوتے ہیں مگر دل میں ان کے یہی خیال ہوتا ہے کہ یہ مہر معاف کروا لیں گے مہر کی ادائیگی کی دو صورتیں ہیں مہر معجل اور مہر موجل۔ مہر معجل کی صورت میں بھی لڑکی کو طعنہ سننے کو ملتا ہے کہ ان پر اعتماد نہیں تھا، اتنا لالچ تھا صبر نہیں ہوا اور مہر معجل لکھوالیا گیا مہر مؤجل کی صورت میں لڑکے کے گھر والے یا لڑکا لڑکی پر دباؤ ڈال کر اس سے حق مہر معاف کروانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وہ اس بات کا ذکر ماں کے گھر پر کرتی ہے تو اسے وہاں سے بھی گھر بنائے رکھنے کے دباؤ میں یہی مشورہ ملتا ہے کہ وہ اپنے حق سے دستبردار ہو جائے کیونکہ کوئی بھی ماں باپ اپنی بیٹی کا گھر خراب ہوتا نہیں دیکھ سکتے اور لڑکی بھی یہی سوچ کر اپنا حق چھوڑ کے سمجھوتا کر لیتی ہے اور اور اس طرح کے بدنیت لوگوں کا مقصد پورا ہو جاتا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ ماں باپ سمجھ داری کا مظاہرہ

کرتے ہوئے حالات اور معاشرے میں موجودہ مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے لڑکے والوں کی استطاعت کو مد نظر رکھ کر اپنی بیٹی کے حق مہر کے متعلق بہترین فیصلہ بیٹی کی رائے کے ساتھ کریں جس میں یہ خیال رکھا جائے کہ حق مہر نا تو اتنا کم ہو کہ ان کی بیٹی کی عزت پر حرف آئے اور نہ ہی اتنا زیادہ ہو کے لڑکے والے اس کو بخوشی ادا نہ کر سکیں اور بعد میں ان کی بیٹی کا یہ حق صرف مذاق بن کر رہ جائے۔

"جن شادی شدہ لوگوں کے مہر استطاعت سے زیادہ لکھے ہیں ان کی اصلاح کی یہی صورت ہے کہ وہ خوش اخلاقی اور نیک نیتی سے اپنی بیوی کو مہر کم کرنے پر رضامند کریں اور بیوی بھی دین و دنیا کی مصلحت کو دیکھتے ہوئے اپنے مہر کم کر دیں تا کہ ان کے شوہر آسانی سے ادا کر سکیں۔[16]

9۔ جہیز کی کمی اور زیادتی

جب بیٹی کو وداع کیا جاتا ہے تو ہر ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ اپنی بیٹی کو نئی زندگی کی شروعات کرنے کے لیے اپنی اوقات سے بڑھ کر نوازا جائے اور گھر کا ساز و سامان زیور لباس ہر طرح کی آسائش کا سامان بطور تحفہ دیا جاتا ہے تا کہ وہ ہنسی خوشی اپنی نئی زندگی کی شروعات کرے اس کے علاوہ اس کے شوہر، ساس سسر، نند بھاوج، دیور جیٹھ اور سسرالی رشتے داروں کو بھی قیمتی تحائف دیئے جاتے ہیں تا کہ وہ خوشی سے آنے والی بہو کو قبول کریں بڑھتے بڑھتے یہ معاملہ اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ سسرال جہیز کو اپنا حق سمجھ بیٹھا ہے اور لڑکی کے گھر والوں کو گھر دکھا کر بتا دیتے ہیں کہ اس کے مطابق ساز و سامان دیا جائے وہیں ماں باپ جو کے ایسے لالچی لوگوں کے ہتھے چڑھ چکے ہوتے ہیں بدنامی اور بے عزتی کے ڈر سے کوئی جرات مندانہ فیصلہ لینے کے بجائے ان کے ہاتھوں بلیک میل ہوتے رہتے ہیں یہ سب کر کے ماں باپ نہ صرف اپنے بلکہ معاشرے کے دیگر لوگوں کے لئے بھی مشکلات پیدا کرتے ہیں کیوں کہ دیکھا دیکھی یہ لعنت پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے اگر ماں باپ کی طرف سے کم جہیز دیا جائے تو اس میں لڑکی اور اس کے گھر والوں کو ہر وقت طعنے اور ذلت سہنا پڑتی ہے اور زیادہ دیا جائے تو اس پر ڈو مور کا مطالبہ ایک کے بعد ایک فرمائش کی صورت میں سامنے آتا رہتا ہے ایسے میں یہ رواج نہ صرف مالی نقصان بلکہ بہت زیادہ لوگوں کی دل آزاری کا باعث بنتا ہے کیوں کہ ہر ماں باپ اپنی بیٹی کو اس کے سسرال کے مطالبے یا اپنی بیٹی کی خواہش کے مطابق جہیز دینے کی سکت نہیں رکھتے لہذا اس رواج کو ختم ہونا چاہیے دراصل یہ رواج ہندوستانی کلچر سے لیا گیا ہے جبکہ ہندوؤں کے ہاں بیٹی کو وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا تبھی اسے شادی کے وقت قیمتی تحائف دیئے جاتے ہیں۔

" ایک عرصے تک ہندو تہذیب و معاشرت اور باہمی میل جول کے اثرات کے نتیجے میں رسم و رواج کی زنجیروں نے پورے معاشرے کو جکڑ رکھا ہے ہم نے جھوٹی شان و قار و نمود اور برادری میں ناک رکھنے کے لیے شادی کو ایک ناقابل برداشت بوجھ بنا کر رکھ دیا ہے نتیجتاً ہماری زندگی کے چشمے میں تصنع، بناوٹ اور دکھاوے نے تلخیوں اور رنج و الم کا زہر گھول دیا ہے کتنی ستم ظریفی ہے کہ شادی خانہ آبادی، خوشی اور مسرت کا موجب بننے کے بجائے مالی طور پر کمزور افراد کے چین و آرام اور سکون لٹ جانے کا سبب بن رہی ہے۔[17]

اور ہم اسی روایت کو آج مسلمان گھرانوں میں بھی لے کر چل رہے ہیں اور اس غلط روایت کے دفاع میں بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہ کے جہیز کی مثال دیتے ہیں جب کہ نبی کریم ﷺ نے بی بی فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہ کی شادی کے وقت اشیائے ضرور یہ فراہم کی تھیں جنہیں جہیز کا نام نہیں دیا جا سکتا لیکن آج کے دور میں جہیز کے نام پر ماں باپ کو اتنا مقروض بنا دیا جاتا ہے کہ وہ یہ قرض اتارتے

اتارتے قبر تک جا پہنچتے ہیں اس کے علاوہ اس رواج کو اپنانے سے معاشرے میں اس لعنت کے پھیلاو کو روکنا مشکل ہو تا جا رہا ہے جو کہ بہت سے مسائل کی جڑ ہے بہت سے ایسے ماں باپ جو کہ بیٹی کو جہیز نہیں دے سکتے ان کی بیٹیاں ان کی دہلیز پر ہی بوڑھی ہو جاتی ہیں ان کے ماں باپ ان کے گھر بسانے کے سپنے آنکھوں میں سموئے راہئی ملک عدم ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ جو لوگ بیٹیوں کے سسرالی گھر جہیز کے سامان سے بھرتے ہیں وہ بھی یہ دیکھ کر کڑھتے رہتے ہیں کہ ان کے دیئے ہوئے سامان کی ان کی بیٹی سے زیادہ اہمیت اور قدر و منزلت ہے اور ایسے ماں باپ جو اپنی بیٹی کے سسرال سے آنے والے ناجائز مطالبوں اور مانگ کو پورا کرتے ہیں وہ دراصل ایسے لوگوں کے جو امیر نظر آنے والے لوگوں کے گھر سے بہولا کر یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی لاٹری لگ گئی ہے حوصلے بلند کرتے ہیں ان کی دیکھا دیکھی دیگر بے غیرت، بے شرم لوگ بھی اسی ڈگر پر چل نکلتے ہیں اور اپنے بیٹوں کی شادیاں امیر نظر آنے والے گھروں میں کرتے ہیں اور خواہشات کے پورا نہ ہونے کی صورت میں بہت سی بیٹیاں واپس ماں باپ کے گھر پہنچا دی جاتی ہیں اور ان میں بہت سی بیٹیوں کو اس جرم کی پاداش میں طلاق دے دی جاتی ہے اور وہ دوبارہ اپنے ماں باپ کے گھر کی دہلیز پر اپنے مسائل اور بچوں کے ساتھ آکر بیٹھنے پر مجبور ہوتی ہیں جہاں ان کو اور ان کے بچوں کو برداشت کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔

اس مسئلے کے حل کے لیے پورے معاشرے خاص طور پر غیر شادی شدہ لڑکے اور لڑکیوں کو اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے ماں باپ اپنی بیٹی کو اچھی تعلیم و تربیت دے کر اپنی قیمتی ترین متاع اپنی بیٹی اپنے ہاتھ سے آپ کے حوالے کر دے تو باقی کیا رہ جاتا ہے غیر شادی شدہ لڑکی اور لڑکے کو چاہیے کہ وہ خود اس لعنت سے بچیں اور جہیز لینے اور دینے سے انکار کریں۔

10۔ عورت کا زیادہ پڑھا لکھا ہونا

ہمارے اس معاشرے میں جہاں دیہات اور چھوٹے شہروں میں بچیوں کی تعلیم کی طرف خاص توجہ نہیں دی جاتی ہیں شہروں میں بھی جہاں کسی حد تک بچیاں تعلیم حاصل کرنے کی سہولت سے بہرہ مند ہیں شادی کے لیے مسائل اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ عوام الناس کے مطابق پڑھ لکھ کر لڑکیوں کا دماغ خراب ہو جاتا ہے وہ باشعور ہو جاتی ہیں صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کہنا شروع ہو جاتی ہیں ان میں حلال و حرام کی تمیز پیدا ہو جاتی ہیں انہیں اپنے حقوق کا ادراک ہو جاتا ہے اور اپنے حق کے لیے آواز اٹھانے کی جرات حاصل ہو جاتی ہے ایسے میں اول تو ایسی پڑھی لکھی لڑکی کی شادی ہو جانا ہی ایک مسئلہ بن جاتا ہے اور اگر قسمت سے شادی ہو بھی جائے تو کوشش کی جاتی ہے اسے دبا کے رکھا جائے تا کہ وہ اپنی علمیت کا رعب نہ جھاڑ سکے اور بات بات پر اس کی تعلیم کو اس کے لیے طعنے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ خود اپنی تعلیم کی وجہ سے شرمندہ ہو کر رہ جاتی ہے اور اپنی تعلیم کے بارے میں دوسرے سے بات کرنے سے کتراتی ہیں اور یہ رویہ صرف تعلیم ہی نہیں بلکہ عورت اگر کسی معاملے میں مرد یا سسرال سے بہتر ہے تو اس خوبی کو اس کی سزا بنا دیا جاتا ہے۔

"صحابیات کرام نے اپنے علمی ذوق کو جلا بخشنے اور بڑھانے کے لیے وہ سب حربے اختیار کئے جو ضروری تھے ایک روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ نے ایک لڑکی سے کنگھی کروا رہی تھیں جب انہوں نے سنا نبی کریم ﷺ منبر سے خطبہ دے رہے ہیں آپ ﷺ نے

یاایھالناس کہہ کر خطاب کا آغاز کیا تو آپ ام سلمہ نے لڑکی سے کہا جلدی میرے بال سمیٹ دو تو اس نے عرض کیا ابھی تو آپ ﷺ نے یاایھالناس کہا ہے تو کہنے لگیں کیا ہم انسانوں میں سے نہیں ہیں پھر انہوں نے حجرے میں کھڑے ہو کر خطبہ سنا۔[18]

ہمارے نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں حضرت بی بی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہ کی مثال ملتی ہے کہ وہ نبی کریم سے نہ صرف عمر میں زیادہ تھیں بلکہ مال میں بھی نبی کریم سے زیادہ تھیں لیکن ان دونوں نے ایک دوسرے کا ساتھ دیا تعاون کرتے کرتے ایک خوشگوار زندگی گزاری جس کی بنیاد کسی کا کسی بھی چیز میں کم یا زیادہ ہونا نہیں بلکہ آپس میں پیار و محبت عزت اور احساس کا ہونا ہے آج بھی اگر ہم اپنے تعلقات میں عزت احساس اور پیار کو جگہ دیں تو زمین پر ہی جنت کے نظارے ہمارے گھروں کی صورت ہمیں ملیں گے۔

11۔ لڑکی دیکھنے آنے والوں کا نامناسب رویہ

آج ہمارے معاشرے میں لڑکے والوں کے خوب عیش ہیں جب کبھی دعوت کا موڈ ہو تو پورے کا پورا خاندان اپنے بیٹے کے لئے لڑکی دیکھنے چل پڑتے ہیں پڑھنے والے شاید میرے استعمال کردہ لفظ "نامناسب "پر چونکے ہوں گے لیکن ذرا غور کیجئے لڑکی کے گھر خاص مہمانوں کی طرح آنا لڑکی کا قربانی کے جانور کے معایئنے کی طرح معائنہ کرنا۔ چل کر دکھائیں ،اٹھ کر دکھائیں، بیٹھ کر دکھائیں کی فرمائش اور ان کے گھر چائے کھانا و دیگر لوازمات جی بھر کر مال مفت دل بے رحم کے مصداق ٹھونسنا اور جاتے ہوئے کچھ نہایت کم ظرف لوگ کا منہ پر ہی بیٹی میں عیب ڈال کر منع کر جانا یا اس لڑکی کے ماں باپ جنھوں نے بڑی آس و امید کے ساتھ اپنا مال خرچ کر کے ان کی دعوت کا انتظام کیا اور بڑے حوصلے کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی بیٹی کو۔ + + ان کے سامنے پسند کرنے کے لیے پیش کیا لیکن کچھ کمینہ صفت لوگوں کا ماں باپ کو بیٹی کے سامنے ہی جواب دے کر آجانا یا پھر گھر واپس آکر فون پر "لڑکے کے بڑے تایا نہیں مان رہے" کہہ کر رشتے سے انکار کرنا۔ کیا یہ بیٹی اور اس کے ماں باپ پر تشدد نہیں؟ ان ماں باپ پر کہ جن کی بیٹی آپ کے سامنے چائے کی ٹرالی لے کر آنے پر مجبور ہے اور مجبور ہے کہ اس کے والدین خوشی خوشی اپنی بچی کے مستقبل کی خاطر کسی شوپیس طرح اپنی بیٹی کا معائنہ کروائیں اور اس امتحان کے بعد آپ اسے ٹھکرا کر اس کی عزت نفس مجروح کر کے چل دیں کیا عام تقریبات اور شادی بیاہ اور دیگر دعوت وغیرہ میں بہو بیٹیوں کو پسند کر کے ان کو عزت نہیں دی جاسکتی بیٹی کو اس امتحان سے گزارنا کیا ضروری ہوتا ہے جب کہ بار بار اس عمل کو دہرائے جانے کے نتیجے میں بیٹی ذہنی اذیت اور کوفت کا سامنا کرتی ہے اور وہ شدید احساس کمتری کا شکار ہو جاتی ہے وہیں ماں باپ اپنی بیٹیوں کی حالت دیکھ کر ذہنی دباؤ اور ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں یاد رکھیں بویا ہی کاٹا جاتا ہے لہٰذا کوشش یہی ہونی چاہیے اس عمل کو تبدیل کیا جائے کوشش کی جائے کہ اس عمل کے دوران لڑکا یا لڑکی یا اس کے ماں باپ کسی کی بھی عزت پامال نہ ہو اور اچھے طریقے سے معاملات طے پا جائیں۔

12۔ عورت کی حفاظت نان نفقہ اور الگ گھر

نکاح کی نہایت اہم شرط مرد کا عاقل و بالغ ہونا کیونکہ اس پر اپنی بیوی کی حفاظت، نان نفقہ اور استطاعت کے مطابق گھر دینا فرض ہے۔ اس لئے حضرت معاویہ بن حیدہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم میں سے کسی پر اس کی بیوی کا کیا حق ہے فرمایا جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ جب تم کماو تو اسے بھی پہناو اور اس کے منہ پر مت مارو اسے برے لفظ نہ کہو اور اسے خود سے جدا نہ کرو مگر گھر میں ہی۔[19]

اس لئے "جو ولی اپنی بیٹی کو کسی کے نکاح میں دیتا ہے اس پر بھی واجب ہے کہ بیٹی کی مصلحت و مستقبل پر نگاہ رکھے اور کسی ایسے شخص کو دے جو اس کے قابل بھی ہو یعنی ایسے مرد کو نہ دے جو بدمزاج اور بد صورت ہو نان نفقہ نہ دے سکتا ہو اس کا کفو نہ ہو اور فاسق ہو۔[20]

تو اس سے ثابت ہوا کہ مرد ہی اپنے بیوی بچوں کے نفقے کا ذمہ دار ہے اس حوالے سے ارشاد پاک ہے "اگر ایک دینار کسی غازی کو بوقت جہاد دیا جائے ایک دینار کسی غلام کو جسے آزاد کیا جا رہا ہو اور ایک دینار کسی مسکین کو دیا جائے اور ایک دینار اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا جائے تو بلحاظ ثواب وہ دینار افضل ترین ہے اور موزون ترین مصرف میں لایا گیا ہے جسے بیوی بچوں کے نفقے پر خرچ کیا گیا ہے۔ اس سے اپنی حلال کمائی کو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کے حوالے سے تربیت دی گئی ہے مرد کے لئے اس کا خاندان بیوی بچوں اس کی رعیت میں شمار ہوتے ہیں ان کی خبر گیری، سرد و گرم سے حفاظت، بیماری، سفر کے اخراجات حسب استطاعت مرد کے ذمے ہیں۔

"عورت کا نان نفقہ بہر حال مرد پر فرض قرار دیا گیا ہے حتیٰ کہ عورت نان نفقہ نہ ملنے کی صورت میں مرد سے طلاق تک کا مطالبہ کر سکتی ہے بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر بیوی بچوں پر حسب ضرورت خرچ نہ کرتا ہو یا بخل سے کام لیتا ہوں یا وہ غائب ہو تو بیوی کو اختیار ہے کہ شوہر کے مال میں سے بناء اس کی اجازت کے حسب ضرورت لے سکتی ہے بلکہ اس کو اس عمل پر نصف اجر و ثواب بھی ملے گا۔[21]

"اگر بیوی الگ گھر کا مطالبہ کرے اور مرد اس کی استطاعت بھی رکھتا ہو تو اس کو الگ گھر لے کر دینا فرض ہے یہ وہ مطالبہ ہے جس پر گھروں میں بہت بڑے بڑے فساد شروع ہو جاتے ہیں مرد کو یوں لگتا ہے کہ اس کی بیوی اس کو اس کے خاندان سے الگ کرنا چاہتی ہے حالانکہ ایسا کچھ نہیں ہوتا ہمارے معاشرے میں بچیوں کو ان کے ہر شوق اور خواہش پر روکا ٹوکا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اپنے شوہر کے گھر جا کر اپنی خواہشات پوری کرنا کر نا نفسیاتی طور پر بھی ہر عورت چاہتی ہے کہ اس کا اپنا گھر ہو جہاں وہ دونوں میاں بیوی مل کر رہیں اپنی مرضی سے گھر کے فیصلے، اپنی مرضی سے گھر کے معاملات چلائے اور اس میں کسی کی مداخلت نہ ہو یہ عورت کا بالکل جائز مطالبہ ہے اور یہ الگ گھر کا حق اسلام نے عورت کو دیا ہے مرد کو چاہیئے کہ وہ اس بات کو انا کا مسئلہ نہ بنائے بلکہ عورت کو سمجھتے ہوئے استطاعت ہونے کی صورت میں اسے الگ گھر لے کر دے اور ماں باپ کو چاہیے کہ بچوں کے معاملات میں اپنا مثبت کردار ادا کریں تاکہ بچے ان کی نیت پر شک نہ کریں کہ والدین اپنے فائدے کے لئے ہمیں ہمارے حقوق سے محروم کر رہے ہیں بلکہ خود ان کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے ان کی زندگی کو آسان بنانے میں اپنا کردار ادا کریں اور ان کے دلوں میں اپنی جگہ بنائیں دیکھنے میں آرہا ہے کہ لوگ گھر کے کام کاج کو بنیاد سوچ کر بہو لے کر آتے ہیں پھر وہ گھر میں دو وقت کے کھانے کے عوض کام والی ماسی بن کر رہ جاتی ہے جبکہ اس سے ایسے کتنے ہی کام لیے جاتے ہیں جو کہ اس کے فرائض میں شامل ہی نہیں۔ اگر بہو چپ چاپ آپ کے اور آپ کے گھر والوں کے سارے کام کرتی ہیں یاد رکھیں یہ ان کا حسن سلوک ہے آپ کا حق نہیں خدارا آپ بھی بجائے اسے گدھی سمجھنے کے انسان سمجھ کر اس کے ساتھ انسانوں والا سلوک کریں تاکہ وہ خود اپنی شخصیت کو آپ کے ساتھ محفوظ خیال کرے اور آپس میں ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کا خیال رکھ کر ایک دوسرے کی عزت کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ اچھا وقت گزاریں آپ بھی دل بڑا کر کے بڑا ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے ان کا حق دلوانے میں کردار ادا کریں تاکہ وہ آپ کی سچے دل سے عزت کریں اور دعا دیں ۔

13۔خواتین سے وابستہ توقعات

دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ ماں باپ کی کوشش ہوتی ہے کہ پہلے بیٹیوں کی شادیاں کرکے پھر بیٹوں کی شادی کی جائے تاکہ بچیوں کی شادیوں میں تاخیر نہ ہو جائے اگر سوچا جائے تو بہوئیں بھی تو کسی کی بیٹیاں ہی ہیں اس طرح بیٹیوں کے بیاہ کے بعد جب گھر کی ذمہ داری اور کام کاج کے لیے گھر میں کوئی نہیں ہوتا تو عام طور پر ماں کو بیٹوں کی شادی کی فکر ستانے لگتی ہے تاکہ بہو آکر ان کے گھر کے سارے کاموں کی ذمہ داری اٹھائے جبکہ قرآن میں شادی کا مقصد کچھ ایسے بیان ہوتا ہے مفہوم ہے ایمان والو ہم نے تمہاری جنس سے تمہارے جوڑے بنائے تاکہ باہم الفت سے ایک دوسرے سے سکون حاصل کرو لیکن بدقسمتی سے ہماری سوچ بہو کے روپ میں بنا تنخواہ کے 2 وقت کے کھانے کے عوض ایسی کام والی لانے کی ہوتی ہے جو کپڑے برتن دھوئے کھانا پکائے گھر کے سارے کام کرے ساس سسر کی خدمت کرے نندوں کی خاطر داری کرے آنے والے مہمانوں کی مہمان نوازی کرے یہ ہے ہمارا کلچر۔۔۔

اگر انصاف سے دیکھا جائے تو ان تمام کاموں میں سے کچھ بھی بہو کی ذمہ داری یا فرائض میں شامل نہیں سوائے شوہر کی ذمہ داری اور بچوں کی بہترین پرورش و تربیت کے اس کے باوجود ہماری بہو بیٹیاں اخلاقی طور پر حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ سب ذمہ داریاں بخوبی پوری کرتی ہیں مگر بندہ بشر اگر کسی کام کو سرانجام دینے میں کوئی کمی بیشی ہو جائے تو اس کو یہ معاشرہ معاف کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا اور بات ڈانٹ ڈپٹ، گالی گلوچ اور مار پیٹ سے ہوتی ہوئی تیزاب گردی، قتل اور خودکشی تک جا پہنچتی ہے۔

"لڑکی کے بارے میں سوچتے وقت لڑکے کو بھی سامنے رکھنا چاہیے اس سے بہت سی الجھنیں دور ہو سکتی ہیں لڑکی اور لڑکے کا سسرال سے تعلق بالواسطہ ہوتا ہے اس میں براہ راست وہ کشش نہیں ہوتی جو خونی رشتوں میں ہوتی ہے لڑکی کو لڑکے کے رشتہ داروں سے اتنی محبت ہو سکتی ہے جتنی کہ لڑکے کو اپنی سسرال سے لڑکا اپنی بیوی کی وجہ سے سالوں سے رشتہ جوڑتا ہے اسی طرح لڑکے کی وجہ سے لڑکی کا تعلق سسرال سے ہوتا ہے اگر یہ دونوں بیچ سے ہٹ جائیں تو کوئی بھی مضبوط بنیاد نہیں رہے گی اور اجنبیت حائل ہو جائے گی اگر دونوں طرف یہ بات ذہن میں بٹھا لی جائے کہ بہو و داماد کی محبت بلواسطہ ملی ہے تو بے جا توقعات قائم نہیں ہوں گی اور شکوے شکایت کا موقع بھی نہیں ملے گا۔22 ایسے میں بحیثیت ایک معاشرے کے ہمیں اپنے حقوق و فرائض کی کے بارے میں مکمل اور درست طور پر آگاہ ہونے کی ضرورت ہے۔

14۔مرد کی بے جا سختی اور درشت، غیر متوازن رویہ اور پابندیاں

بحیثیت گھر کے سربراہ ایک مرد کے لئے اپنے ماں باپ بیوی بچوں اور بہن بھائیوں کے درمیان سلوک اور معاملات میں توازن برقرار رکھنا بے حد ضروری ہے فی زمانہ مختلف پریشانیوں اور غیر متوازن رویوں اور تربیت کے سبب مرد اور عورت دونوں ہی اپنی فطرت کے خلاف بات برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے مرد باہر سے دس طرح کی چیزیں سہہ کر گھر آتا ہے گھر آکر بیوی بچوں کو نشانہ بناتا ہے بات بے بات بے جا روک ٹوک، غیر ضروری پابندیاں، درشت لہجہ، سخت جملے، بد سلوکی ایسے رویہ اور اخلاق عورت کو مرد سے دور لے جاتے ہیں

کیوں کہ اگر سارے دن کی مصروفیات کے بعد شام میں مرد سکون کی تلاش میں گھر آتا ہے تو عورت بھی سارا دن گھر کی مختلف تھکا دینے والی ذمہ داریوں میں مصروف رہتی ہے اب اسے بھی سکون پیار محبت اور توجہ کی ضرورت ہے۔

"ازدواجی تعلقات خراب بھی ہوسکتے ہیں اس صورتحال میں اسلامی تعلیم یہی ہے کہ اگر تعلقات خراب ہونے لگے تو آدمی صبر وضبط سے کام لے۔ اور حکمت و تدبیر کے ذریعے اصلاح حال کی کوشش کرے اس مقصد کے لیے وہ کسی حد تک سختی بھی کر سکتا ہے مگر بہر حال تجاوز کی اجازت نہیں ہے۔[23]

میاں بیوی میں کیسا تعلق ہونا چاہیے اس کی مثال نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ سے سیکھنا چاہیے ہمارے معاشرے میں عورت کو کسی عمل کے نتیجے میں جائز ردعمل دینے کا بھی حق نہیں مرد اپنی عورت سے ہر وقت پر سکون، ٹھنڈے مزاج اور اطاعت والے رویے کی امید رکھتا ہے مگر اپنے ردعمل جو شوہر اور اس کے گھر والوں کے عمل کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں اظہار کرنے کی اجازت نہیں دیتا جب کہ عورت کی بھی کچھ خواہشات اور ضروریات ہیں جو کہ وہ صرف اپنے شوہر سے ہی کہہ سکتی ہے صرف اس کا شوہر ہی پوری کر سکتا ہے لیکن وہ اسے اس کے اظہار کی اجازت نہیں دیتا نتیجتاً عورت اپنے گھر کے گھٹن زدہ ماحول میں اپنے شوہر کے اس رویے سے دلبرداشتہ ہو کر بغاوت پر اتر آتی ہے نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں ایسے تمام لوگوں کے لئے سبق ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام ازواج کو سمجھتے تھے سنتے تھے انہیں وقت دیتے تھے ان سب کی خواہشات کو پورا کرنے کی بھی کوشش کرتے تھے بی بی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ دوڑ لگاتے انہیں تماشہ دکھاتے اور تمام ازواج کے مطالبے سنتے ان کا غصہ برداشت کرتے ہنسی مذاق کرتے انہیں کبھی بھی کسی معاملے میں نیچا نہیں دکھاتے تھے اگر تمام ازواج مطہرات نے انہیں سر کے تاج کا رتبہ دیا تو انہوں نے بھی ہر بیوی کو گھر کی ملکہ کا درجہ دیا اور سبق دیا کہ "عورت سے خوش خلقی سے پیش آؤ اور خوش خلقی سے مراد اچھا برتاؤ نہیں بلکہ ان کا رنج برداشت کرنا ہے۔" اب ذرا دیکھیں کہ ہم اخلاقیات میں کہاں کھڑے ہیں۔

15۔ملازمت پیشہ خواتین سے وابستہ توقعات

آج کے دور میں بہت سی عورتیں اپنے گھر اور معیار زندگی بلند کرنے کے لیے کام کرتی ہیں پڑھی لکھی شہری لڑکیاں ملازمت ،کاروبار اور گاؤں کی عورتیں کھیتوں میں کام گھروں میں دستکاری، چھوٹی صنعتوں کا کام کرتی ہیں ان کے گھر سے کام کر کے پیسے کما کر اپنے گھر میں استعمال کرنے پر کسی کو اعتراض نہیں ہوتا مگر عورت پڑھ لکھ کر نوکری یا کاروبار کرے تو اس پر اکثر ہمارے دیہی علاقوں میں انہیں قبول نہیں کیا جاتا۔ اول تو یہ کہ اب وہ دور نہیں کہ ایک کمائے اور دس لوگ بیٹھ کر کھائیں معیار زندگی بہتر کرنے کے لیے ہر باشعور عورت اپنا کردار ادا کرتی ہے قرآن میں پیسے کمانے کے لئے عورت یا مرد کی تخصیص نہیں ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔

پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔24

عورت کا پیسے کمانا مسئلہ نہیں ہے مسلہ تب بنتا ہے جب کام کرنے والی عورت سے گھر کی ذمہ داری بھی ویسے ہی نبھانے کی توقع کی جاتی ہے جیسے کہ گھریلو عورت نبھاتی ہے جو ناممکن سی بات ہے پڑھی لکھی عورت ویسے بھی اپنے حقوق و فرائض سے بخوبی واقف ہوتی ہے اس کے پاس اتنا وقت اور ہمت نہیں ہوتی کہ وہ سب گھر والوں کے ہر جائز و ناجائز مطالبات مان سکے۔

"عورت کے ذمہ فطرت نے بچوں کی پیدائش اور پرورش کا کام سونپا ہے وہ حیض و نفاس اور حمل و رضاعت کے مراحل سے گزرتی ہے اس لئے اسلام نے عورت کو گھر کے اندر کی کاموں کی ذمہ داری دی ہے اس کے اہم مصروفیات کو دیکھتے ہوئے اسے وسائل معاش کی فراہمی سے آزاد رکھا ہے مرد کے ذمہ اسلام نے گھر سے باہر کے کام رکھے اور اسے پابند کیا ہے کہ وہ عورت کی معاشی کفالت کرتے ہوئے اسے تحفظ فراہم کرے خاندانی نظام میں اگر ہر شخص ہر کام کرنے لگے تو کوئی بھی نظام صحیح طریقے سے نہیں چل سکتا بچے کی پیدائش پرورش کا کام صرف عورت ہی سرانجام دیتی ہے اور اس کے ساتھ اس سے بڑی زیادتی نہیں ہوسکتی کہ یہ کام بھی اس سے متعلق رہیں اور گھر کے کاموں کا بھی اسے پابند بنایا جائے۔[25]

ساس سسر چاہتے ہیں کہ بہو ان کی خدمتیں کرے نندیں چاہتی ہیں کہ بھابھی ان کی خاطر مدارات کرے دیور اور جیٹھ ان سے پسند کے کھانے بنوانا چاہتے ہیں بچے اپنی ماں اور شوہر اپنی بیوی سے وقت چاہتا ہے عورت خود اپنی گھریلو ذمہ داریوں اور اور کام کو مد نظر رکھتے ہوئے گھر اور کام میں توازن بناتی ہے دوسری طرف معاشرے میں یہ طبقہ جو کہ چاہتا ہے کہ عورت جو کماتی ہے جو جائیداد رکھے جو حصہ ملے ان کو دے، عورت کو اپنی ذات پر خود سے خرچ کرنے کی اجازت نہیں دیتا ایسے میں عورت سخت اذیت کا شکار ہے کچھ لوگ دیکھتے ہیں اس کے پاس رقم موجود ہیں یا آمدنی کا کوئی ذریعہ موجود ہے تو وہ اس اس کے نان ونفقہ کی ذمہ داری سے پہلو تہی کرتے ہیں کوشش کرتے ہیں کہ اپنا مال خرچ نہ کرنا پڑے عورت خود اپنے پیسوں سے گھر کی ذمہ داری چلائیں ایسا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے جو کہ عورت کی ذمہ داری ہے ہی نہیں جبکہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

"اور اس کی آرزو نہ کرو کہ جس سے اللہ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر بڑائی دی مردوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے عورتوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ اور اللہ سے اس کا فضل مانگو بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔[26]

قرآن کی آیت کے بعد تو کچھ ابہام نہیں رہ جاتا لیکن اس کے باوجود جو راہ راست پر نہ آئیں ان کے لئے قرآن میں اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

"اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو اور اپنی جان قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے اور جو ظلم و زیادتی کے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔[27]

ایسے میں ضروری ہے کہ گھر کا اور گھر والے تعاون کریں اور بہتر زندگی کے ہر دور میں اپنا کردار ادا کریں۔

16۔کام کی جگہ پر صنفی امتیاز اور جنسی طور پر ہراساں کرنا

گھر جو کہ ہر ذی روح کے لیے سکون اور آرام کا نام ہے جب گھر میں خواتین کا استحصال عروج پر ہے تو باہر لوگ فائدہ کیوں نہیں اٹھائیں گے ہماری عورت بہت قابل ہے وہ گھر بلکہ باہر گھر میں کام کرنے کی صورت میں بھی اپنی ذمہ داریاں بخوبی ادا کرتی ہے لیکن اس کے باوجود گھر سے باہر راستے میں، بسوں میں، پبلک ٹرانسپورٹ کے مقامات پر، آفیس میں، سکول میں، کالج یونیورسٹی ہر جگہ پر اس کے جنسی استحصال کی چلتی پھرتی مثالیں سرعام دیکھی جاسکتی ہیں۔ جس کی اہم وجوہات میں دین سے دوری، گندے مردوں کی جنسی بھوک، عورت کے مقام کو نہ ماننا اور سب سے بڑھ کر عورت کا خود کو کمزور اور بے چارہ تصور کر کے دوسروں کو دکھانا ہے اگر عورت گھر سے باہر نکلی ہے تو اسے اتنا مضبوط بہادر اور پر اعتماد ضرور ہونا چاہیے کہ ہر طرح کے لوگوں کے درمیان ہر لحاظ سے خود اپنا تحفظ کر سکے اور اپنے ماحول کو محفوظ بنا سکے اس کے علاوہ وہاں موجود لوگوں کو چاہیے کہ ہر عورت کو اپنی بہن بیٹی کی جگہ پر رکھ کر سوچے ان کو محفوظ رکھے تا کہ ان کی اپنی عزتیں بھی محفوظ رہ سکیں۔

لیکن آج بلا تخصیص عمر تین سال کی بچی سے لے کر پچاس سال تک کی عورت کو بخشنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے بلکہ اب یہ مسئلہ بڑھتے بڑھتے بچوں اور لڑکوں تک جا پہنچا ہے دوسرا اہم مسئلہ کام کی جگہ پر عورت اور مرد میں صنفی امتیاز ہے عورت اور مرد ایک دوسرے تعلیمی قابلیت اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں کے ہوتے ہوئے ایک ساتھ کام کر رہے ہیں لیکن بعض اوقات خواتین بہت سے کام ایک میں بہتر طریقے سے کرنے میں ماہر ہوتی ہیں ان کی قابلیت کے باوجود ان کی شادی، حمل اور بچے کو بہانہ بنا کر ان کے آگے بڑھنے کے مواقع مسدود کر دیے جاتے ہیں پھر چاہے وہ اعلی تعلیم ہو یا کوئی بڑا اہم ٹاسک یا پھر پروموشن یا تنخواہ ہر جگہ اسے مرد سے کم یا پیچھے رکھنے کی کوشش شعوری طور پر کی جاتی ہے شاید اس کی وجہ عورت کی صلاحیت پر اعتبار نہ ہونا ہے اور مرد کو اس سے برتر جانتے ہوئے ہر اہم کام کو مرد کے حوالے سے دیکھنا ہے جو کہ بعض اوقات مرد کے قابل نہ ہونے کی وجہ سے ہزیمت سے دوچار کر سکتا ہے لہذا ضروری ہے کہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے بلا تخصیص مرد و عورت جو قابل ہو اسے ہی کام کے لحاظ سے اہمیت ملنی چاہیے۔

17۔مرد کی دوسری شادی

"معاشی اور تمدنی اعتبار سے ایک مرد کے لیے کبھی بھی ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی ضرورت پیش آسکتی ہے ان مخصوص اسباب و حالات میں اگر اسے اس کی اجازت نہ ملے تو پھر اس کی فطرت بغاوت پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ [28]

فی زمانہ مرد و خواتین دونوں نے یہ وطیرہ بنا لیا ہے کہ پسندیدہ احکامات کو اپنے مقصد کی خاطر بنا غور و فکر کے استعمال کرتے ہیں اور اس بارے میں نہایت جذباتی ہوتے ہیں قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ "اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یہ تین لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو نکاح میں لاؤ اور جو عورتیں تمہیں پسند آئے دو دو اور تین تین چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیویوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے مالک ہوں یہاں سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ [29]

بعض اوقات مردوں کے مقابلے میں خواتین کی تعداد معاشرے میں زیادہ ہو جاتی ہے ایسے میں ان لڑکیوں کی شادیاں گھر بسانے سے متعلق معاملات کے حل کے لئے دوسری تیسری چوتھی شادی کا حل پیش کیا گیا ہے یہ اس معاشرتی مسئلے کا حل ہے نہ کہ آئیڈیل صورتحال

۔جب کہ باقاعدہ شرط کے ساتھ اجازت دی گئی ہے اگر انصاف کر سکو تو ہی یہ کام کرو نیز یہ حکم نہیں ہے اجازت ہے جب کہ اگلی آیت میں صاف بتا دیا گیا کہ انصاف کے تقاضے پورے نہ کر سکو تو ایک ہی کافی ہے اور یہ نہ ہو کہ تم سے اس معاملے میں ظلم سرزد ہو جائے۔ ہمارے معاشرے میں ایسے لوگوں کی تعداد کم ہے جو اس راستے کو اپناتے ہیں اور اگر لوگ اپنانا چاہیں تو خواتین جو کہ ان کے ساتھ رہ کر ان کا سلوک دیکھ چکی ہوتی ہیں کہ ان کے ایک ہونے کے باوجود وہ ان کے حقوق کی درست طور پر ادائیگی نہیں کر پاتے اس میں دوسری بیوی کو دھمکی کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور دوسری بیوی صرف اور صرف عورت کو پریشان کرنے کے لیے لاتے ہیں اور پھر وہاں پہلی بیوی کی زندگی قابل رحم بنادی جاتی ہے اسی وجہ سے آج کی عورت دوسری بیوی کے وجود سے متنفر ہے دوسری طرف اگر کوئی عورت دوسری بیوی بننے کو تیار ہو بھی جائے تو اس کی پہلی شرط پہلی بیوی کو طلاق دینا ہوتی ہے جبکہ ارشاد پاک ﷺ ہے۔

"ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت کو اپنے خاوند سے یہ درخواست کرنا درست نہیں کہ وہ اس کی بہن "سوکن" کو طلاق دے اس لیے کہ اس کے حصے کا پیالہ بھی خود انڈیل لے یہ ہو نہیں سکتا جتنا اس کی قسمت میں ہے اتنا ہی ملے گا۔30

لیکن اس کی عورت دوسری بیوی کو اپنے حق پر خطرہ خیال کرتی ہے کیون کہ مرد نے دوسری عورت کو اس کے لیے خطرہ بنا کر پیش کیا ہے اس کا رویہ پہلے ہی بیوی سے اچھا نہیں ہوتا اس کے حقوق کی ادائیگی بچوں کی تربیت کی ذمہ داری میں بالکل الگ ہو کر ہر چیز عورت پر ڈال کر مذمت کی صورت میں دوسری شادی کی دھمکی یا پھر دوسری شادی کر کے اس کی زندگی اجیرن کر دیتا ہے زیادہ تر لوگوں کا یہ ہی رویہ ہے تو پھر اپنے ارد گرد کے ماحول دیکھنے کے بعد کون سی عورت ہے جو کہ دوسری شادی یا دوسری عورت کو برداشت کر پائے گی دونوں اطراف سے میانہ روی برداشت اور صلح جو تربیت کی ضرورت ہے تا کہ ازدواجی زندگی کی رعنائیوں اور خوشیوں سے بہرہ مند ہو سکیں۔

18۔بیویوں میں عدل وانصاف کا نہ کرنا

وہ لوگ جو دوسری شادی کر لیتے ہیں ان میں زیادہ تر لوگ بیویوں میں انصاف نہیں کر پاتے اس حقیقت کو قرآن کریم میں اللہ تعالی کچھ ایسے بتاتے ہیں۔

" بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے تم چاہو بھی تو بھی اس پر قادر نہیں ہو سکتے لہٰذا قانونی الٰہی کا منشا پورا کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم ایک بیوی کی طرف اس طرح نہ جھک جانا کہ دوسری کو لٹکتا ہوا چھوڑ دو اگر تم اپنا طرز عمل درست رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ چشم پوشی کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔31

"اس آیت کریمہ میں اللہ نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ اگر کسی شخص کی کئی بیویاں ہوں تو ان کے درمیان پورا پورا عدل نہیں کر سکتا خواہ اس کی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے اس لیے کہ بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جن پر انسان کو قدرت نہیں ہوتی مثلاً محبت اور میلان قلب اس کے لئے اللہ پاک نے اس معاملے میں مرد پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ لیکن ساتھ ہی اس بات کی یقین دہانی بھی کروائی گئی ہے کہ یہ نہ ہو کہ ایک ہی بیوی کی طرف ہو جائے اور دوسری بیوی معلق ہو کے رہ جائے معلوم ہو اور نہ ہی اپنے حقوق سے بہرہ ور ہوں اور نہ متعلقہ ہوں کہ

اس کے لئے دوسرے مرد سے نکاح ممکن ہو آیت کریمہ کا اختتام مردوں کے لیے اصلاح اور تقوے کی وصیت پر ہوا ہے تاکہ بیویوں کے جو حقوق ان پر واجب ہے اور ان کی ادائیگی پر وہ قادر ہے اس میں کوتاہی نہ کریں 32

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امہات المومنین کے معمولات کے حقوق پورے کرتے تھے مگر پیار سب سے زیادہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ سے کرتے تھے اور دعا کرتے تھے کہ اے باری تعالی جو میرے اختیار میں ہے اس میں برابری کرتا ہوں مگر عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کے معاملے میں بے اختیار ہوں مرد دو شادیاں تبھی کرے جب وہ ان کے حقوق برابری میں ادا کرنے کی سکت رکھتا ہو نا کہ دوسری شادی کر کے دونوں کو عذاب میں ڈال دے کہ دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ لوگ دوسری شادی کر کے دونوں ہی کی زندگی اجیرن کر دیتے ہیں اس وجہ سے مرد دوسری شادی کو دھمکی کے طور پر استعمال کرتے ہیں جبکہ شادی کا مقصد ایک دوسرے کو خوشی اور سکون دینا ہے۔

19۔سسرال کا بہو اور داماد پر حق

حدیث شریف میں آتا ہے کہ تیرے تین باپ ہیں ایک وہ جو تجھے عدم سے وجود میں لایا دوسرا وہ جس نے تمہیں تعلیم دی اور تیسرا وہ جس نے اپنی بیٹی دی۔

ان الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ داماد کے طور پر مرد بیٹے کی مثل ہے یعنی سسر کو اس کا باپ قرار دیا گیا ہے ہمارے معاشرے میں بیٹی والے اپنے داماد سے صرف عزت اور ان کی بیٹی کی قدر اور خوش رکھنے تک کی امید رکھتے ہیں مگر کچھ بد فطرت لوگ ان کی دی ہوئی عزت و مال کو اپنا حق سمجھ کر وصول کر کے ان کو اور ان کی بیٹی کو بار بار ذلیل کرتے ہیں ماں باپ ہر عید شب برات اور چھوٹے بڑے مواقع پر اپنی بیٹی کی عزت کی خاطر ان کو دعوتوں اور تحائف سے نوازتے ہیں مگر یہ لوگ اس بات پر ان کا شکر گزار اور عزت افزائی پر احسان مند ہونے کے بجائے اس کو اپنا حق سمجھتے ہوئے لڑکی اور اس کے گھر والوں کو ذلیل کرنے اور مزید فرمائشی پروگرام سے تنگ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے داماد اور بیٹی کی آنے پر بیٹی کی ماں باپ اپنی اوقات سے بڑھ کر ان کے لئے دعوت و تحائف کا اہتمام کرتے ہیں مگر وہ ہر دفعہ کوئی نئی پریشانی اور فرمائش کا تحفہ جاتے ہوئے دینا نہیں بھولتے اور اسی سب میں وقت پلٹا کھاتا ہے اور اپنی اولاد جوان ہو جاتی ہے جب اپنی بچیاں بیاہی جاتی ہیں تب ان کو اپنا بویا یاد آتا ہے مگر دنیا مکافات عمل ہے اور پچھتانے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

وہیں ہم بہو کی صورت میں دو وقت کھانے کے عوض گھر کا کام کرنے والی ملازمہ لانے پر پھولے نہیں سماتے جو آتے وقت اپنے ساتھ گھر بھر کا ساز و سامان سب کے لئے تحائف لباس اور دیگر سامان ساتھ لے کر آتی ہے تاکہ گھر میں موجود سب لوگ اسے خوشی سے قبول کریں بھاگ بھاگ کر وہ سب کے وہ سب کام کرتی ہے جو کہ اس کی ذمہ داری بھی نہیں ہوتے گھر کی صفائی، برتن دھونا، کپڑے دھونا، ساس سسر کی خدمت، نندوں کی خاطر مدارات،، جیٹھ اور دیور کی فرمائشیں اور اکیلا انسان جس سے مشین والی توقع رکھی جاتی ہے بالکل یاد نہیں رکھا جاتا کہ وہ بھی انسان ہیں گھر کے کام پر اسے "اپنے گھر کا کام" کہہ کر چپ کروا دیا جاتا ہے مگر گھر کے فیصلے اور چھوٹی سے چھوٹی بات بھی اس سے ایسے چھپائی جاتی ہے جیسے وہ گھر کی فرد نہیں بلکہ دشمن کی جاسوس ہو بات بے بات ان کے ماں باپ کے حوالے سے یا ان کی ظاہری شخصیت میں اسے نیچا دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے ایسے میں اگر تنگ آ کر وہ الگ گھر کا مطالبہ کر دے تو گویا قیامت آ جاتی ہے اسے گھر توڑنے والی ماں باپ

سے الگ کرنے والی کا خطاب دے دیا جاتا ہے اگر مرد ذمہ دار اور سمجھدار ہو اور بیوی کا دفاع حق بات پر کرتا ہوں تو دونوں کی شامت آجاتی ہے لڑکی کو جادو گرنی اور لڑکے کو زن مرید کا خطاب دے کر جی بھر کر ذلیل کیا جاتا ہے حقوق کے نام پر اس نئے شادی شدہ جوڑے کا معاشرتی، معاشی، جذباتی اور جسمانی طور پر استحصال کیا جاتا ہے اور زیادتیوں کا سلسلہ دراز ہوتا جاتا ہے ہمارے یہ دوغلے چہرے جو اپنی بیٹی اور کس دوسرے کی بیٹی کے لیے مختلف نظریات رکھتے ہیں فساد کی جڑ ہیں ہم سب کو اپنے حقوق و فرائض کی درست آگاہی اور ادائیگی کے متعلق سیکھنے کی ضرورت ہے اور پھر ان کو بطور عمل اپنے گھروں میں رائج کرنے کی ضرورت ہے تاکہ زندگی کو اپنے لئے اور دوسروں کے لئے آسان بنایا جائے اور ان پیارے رشتوں کی خوبصورتی سے لطف اندوز ہوا جائے۔

20۔ خلع کا حق

" خلع کے لغوی معنی کھینچنا اور نکالنے کے ہیں قرآن مجید میاں بیوی کے تعلق کو لباس تعبیر کیا ہے کہ خلع کے ذریعے میاں بیوی اس لباس کو اتار کر ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں۔[33]

دین اسلام نے عورت اور مرد کو برابر کے حقوق دیئے جہاں مرد کو طلاق کا حق دیا وہی عورت کو خلع کا حق دیا تاکہ اس کی زندگی آسان ہو سکے بعض اوقات مرد کی زیادتیوں یا کسی اور وجہ سے عورت اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی اور مرد کسی بھی وجہ سے وہ مالی ہو سکتی ہے یا ذاتی طلاق نہیں دینا چاہتا تو عورت اس کے دست نگر نہیں ہے وہ خلع لے سکتی ہے یعنی مہر واپس کر کے علیحدگی لے سکتی ہے اس بات کو قرآن میں کچھ یوں بیان کیا گیا ہے۔

"اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو اس پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح خوب ہے اور دل لالچ کے پھندے میں ہے اگر تم نیکی پرہیز گاری کرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔[34]

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کشائی سے تم میں سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ کشائش والا اور حکمت والا ہے۔[35]

ان دونوں آیات کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے اس میں اللہ تعالی ملک میں زندگی نہ گزارنے کی صورت میں بہترین طریقے پر الگ ہو جانے کا راستہ بتا رہے ہیں اسی طرح ایک حدیث میں وارد ہے۔

"حضرت ایوب سختیانی عکرمہ رضی اللہ تعالی عنہ سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مسند ا بھی روایت کیا ہے کہ اس میں یوں ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالی عنہ کی جورو نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی یارسول اللہ ﷺ میں کچھ ثابت کی دین داری اور اخلاق پر ناراض نہیں ہوں مگر میں اس کے ساتھ گزارا نہیں کر سکتی نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو اس کا باغ پھیر دیتی ہے وہ بولی جی ہاں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کو حکم دیا انہوں نے اس عورت کو چھوڑ دیا۔[36]

جیسے شادی میں دونوں فریقین کی رضامندی ضروری ہے بالکل اسی طرح اگر ایک فرد اس رشتے میں خوش نہیں ہے اور ساتھ نہیں رہنا چاہتا تو اسے آزادی حاصل ہے کہ وہ الگ ہو جائے اگر مرد کے لئے طلاق کا اختیار ہے تو عورت کے لئے خلع کا حق ہے اور اس میں وہ خود مختار ہے اس بارے میں یہ حدیث خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

"مجھ سے محمد بن سلام بیکندی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ہم کو عبد الوہاب بن عبد المجید ثقفی نے خبر دی کہا ہم سے خالد حزاء نے بیان کیا انہوں نے عکرمہ رضی اللہ تعالی عنہ سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے انہوں نے کہا کہ بریرہ کا خاوند غلام تھا اس کا نام مغیث تھا میں گویا اس وقت اس کو دیکھ رہا ہوں وہ بریرہ کے پیچھے پیچھے روتا ہوا گھوم رہا تھا اس کے آنسو داڑھی پر بہہ رہے تھے وہ چاہتا تھا کہ بریرہ اس کے پاس رہے نبی کریم ﷺ نے یہ حال دیکھ کر حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا تم کو تعجب نہیں ہوتا دیکھ کر مغیث کو بریرہ سے کیسی محبت ہے اور بریرہ کو اس سے کیسی نفرت ہے کہ آپ ﷺ نے بریرہ سے فرمایا تو مغیث کے پاس رہ جائے تو اچھا ہے بریرہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ اس کا حکم دیتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا حکم نہیں بلکہ سفارش کے طور پر کہتا ہوں بریرہ نے کہا مجھ کو مغیث کے پاس رہنے کی خواہش نہیں ہے۔[37]

اس حدیث پاک سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت اپنی فیصلے میں بااختیار ہے اسے کسی کے ساتھ رہنے یا نہ رہنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اور عورت کو پورا اختیار ہے کہ اگر کسی کے ساتھ نہ رہنا چاہے تو بناء کسی دباو کو خاطر میں لائے وہ خلع لے کر الگ ہو سکتی ہے۔

21۔مطلقہ اور بیوہ عورت کی حالت زار

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔"یعنی بیواؤں اور مسکینوں کے لئے سعی وجہد کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے یا رات میں قیام کرنے والے دن میں روزہ رکھنے والے کی مانند ہے۔"

"امام نووی فرماتے ہیں یعنی سعی وجہد کرنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو ان کی معاش کے لئے دوڑ دھوپ کرے اور ان کی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے محنت مشقت کرے۔"

مطلقہ اور بیوہ عورت کا ہمارے معاشرے میں کوئی پرسان حال نہیں ان کو ایک ناپسندیدہ بوجھ تصور کیا جاتا ہے اور ان سے شادی کرنا بھی معیوب سمجھا جاتا ہے جبکہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہو اور آپ نے لائق بندوں اور کنیزوں کا اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ انہیں غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔[38]

ایک اور جگہ سلوک کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

"اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی معیاد آلگے تو اس وقت یا تو بھلائی کے ساتھ روک لو یا اچھے طریقے سے اسے چھوڑ دو اور انہیں ضرر دینے کے لیے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو اور جو ایسا کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور اللہ کی آیتوں کو ٹھٹھا نہ بنالو اور یاد کرو اللہ کی امان جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب اور حکمت اتاری تمہیں نصیحت دینے کو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

طلاق کے بعد ان کی شادی کے حوالے سے قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

"اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی معیاد پوری ہو جائے تو ایے عورتوں کے والیو انہیں نہ روکو اس سے کہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں جب کہ آپس میں موافق شرع رضامند ہو جائیں یہ نصیحت دی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہوں اور یہ تمہارے لئے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

ان آیات میں مطلقہ اور بیوہ سے حسن سلوک کی تلقین کی جارہی ہے کتنا خوبصورت ہے ہمارا دین جو ہر معاملے کے بارے میں رہنمائی کرتا ہے مگر ہم کیا کرتے ہیں ہمارے معاشرے میں مطلقہ اور بیوہ خواتین کو منحوس گردانتے ہیں ان کو اپنی خوشیوں سے دور رکھتے ہیں اور انہیں برا محسوس کرواتے ہیں جبکہ ان کو بھی زندگی کی خوشیوں کا اتنا حق ہے جتنا کہ ہم سب کو نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مفہوم ہے کہ جب بیٹیوں کی اچھی پرورش کے بعد ان کی شادی کریں اور وہ طلاق کے ساتھ یا بیوہ ہو کر گھر واپس لوٹ آئے تو اس کا خیال رکھنے والے اور خبر گیری کرنے والے ماں باپ کو جنت کی بشارت ہے اس ضمن میں تعلیم و ہنر کی اہمیت کو اجاگر نہ کرنا ناانصافی ہو گی اگر عورت کے پاس تعلیم و ہنر ہے تو اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ بھرنے کے لیے کسی کی دست نگر نہ ہو گی بلکہ وہ خود اپنے بچوں کی پرورش اور تربیت درست طریقے سے کر سکے گی اور اچھی زندگی گزار سکے گی۔

"آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور سیرت مطہرہ کا ایک قابل تقلید پہلو یہ بھی ہے کہ ہاپ نے حضرت خدیجہ سے شادی کی اس وقت جب وہ بیوگی کی زندگی بسر کر رہی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ نکاح میں آنے سے پہلے وہ دوبار شادی کر چکی تھیں۔ [39]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات سوائے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بیوہ یا مطلقہ تھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عزت بخشی اور ہم سب کو سکھا دیا کہ بیوہ یا مطلقہ عورت سے نکاح کرنے میں کوئی برائی یا عیب نہیں ہے بلکہ یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ان کو زندگی میں مدد دیں اور ان کے گھر بسائے جائیں مطلقہ یا بیوہ ہونا کوئی طعنہ نہیں ہے انہیں بھی زندگی کو خوشیوں سے گزارنے کا حق ہے جیسے کسی شادی شدہ کو، اللہ ہمیں عقل سے نوازے ہم لوگوں کو ان کے حقوق جو اللہ نے انہیں دیے ہیں ان کی درست طور پر ادائیگی کر سکیں۔

22۔ حلال ذریعہ معاش اور ملکیت کا حق

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالٰی ہے۔

پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ [40]

ان آیات مبارکہ میں کہیں بھی یہ اشارہ نہیں ہے کہ یہ صرف مردوں کے لئے ہے اللہ کا فضل ہے کوئی بھی تلاش کر سکتا ہے ہمارے سامنے بی بی خدیجہ الکبری رضی اللہ تعالی عنہ کی مثال سامنے ہے وہ عرب کی ایک نامور کامیاب تاجر خاتون تھیں اور اپنا سامان لوگوں کو دے کر باہر بھیجتی تھی اور وہ ان کا سامان بیچ کر آتے۔

"400 غلام اور کنیزیں جناب خدیجہ کے گھریلو اور تجارتی کاموں میں مصروف رہتے ہیں اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ سب مل کر کتنے بڑے کاروبار کو چلا رہے تھے اور جناب خدیجہ کی زندگی کس شان وشوکت والی تھی 80،000 اونٹ مال تجارت لے کر جزیرۃ العرب اور دوسرے ممالک مثلاً مصر حبشہ روم اور شام کی طرف حرکت میں رہتے تھے۔[41]

ایک انسان چاہے وہ مرد ہو یا عورت اس کی کامیابی کا کیا کلیہ ہے یہ قرآن پاک ہمیں بتا رہا ہے۔

انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے کوشش کی ہے۔[42]

یہاں لفظ مرد یا عورت نہیں بلکہ انسان کہا گیا کہ انسان میں دونوں اصناف مرد وعورت آجاتے ہیں دونوں ہی کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں اور کسی کی کامیابی کو دیکھ کر حسد نہ کریں بلکہ اللہ کی تقسیم پر راضی ہوں۔

"بعض اوقات عورت پر افراد خاندان کی مالی مدد اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے احادیث بتاتی ہیں کہ شوہر اور گھر کے دوسرے افراد ضرورت مند ہو اور عورت ان کی ضرورت پوری کرے تو وہ دوسرے مدات خیر میں خرچ کرنے سے زیادہ اجر ثواب کے مستحق ہوگی اس جذبے سے اگر عورت اپنی مالی حیثیت کو بہتر بنانے کے لئے کوئی جائز تدبیر اختیار کرے تو اسے ناجائز نہیں بلکہ جائز اور پسندیدہ ہی کہا جائے گا۔[43]

قرآن پاک میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ

"اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک دوسرے پر بڑائی دی مردوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ اور اللہ سے اس کا فضل مانگو بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔"(44)

یہ آیت حق ملکیت پر دلالت کرتی ہے کہ جیسے مرد اپنی کمائی پر حق ملکیت رکھتا ہے ویسے ہی عورت کو بھی اپنی کمائی پر حق ملکیت حاصل ہے اور کوئی زبردستی اس کے مال میں تصرف نہیں کر سکتا اس بات کے احکامات مندرجہ ذیل آیت میں ملتے ہیں۔

"اے ایمان والو: آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو بے شک اللہ مہربان ہے۔[45]

یہاں اللہ بندوں سے کلام کرتے ہوئے ایک دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ اور نظر رکھنے سے منع فرما رہے ہیں اس طرح پتہ چلا کہ عورت کو اپنی ملکیت رکھنے کا حق بالکل اسی طرح حاصل ہے جس طرح سے مرد کو اور عورت گھر کے اندر اور گھر سے باہر اسلام کے بنائے ہوئے قوانین اور قواعد وضوابط کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کام کر سکتی ہے بعض اوقات حالات ایسے ہو جاتے ہیں کہ عورت کا کوئی کمانے والا نہیں رہتا ایسے میں اسے محنت کر کے زندگی کا پہیہ چلانا چاہیے اس بارے میں حدیث مبارکہ ہے۔

"حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی اپنی رسی کو سنبھالے اور ان میں لکڑیاں باندھ کر لائے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگتا پھرے 46

احادیث مبارکہ سے ہمیں اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے کمانے اور غداری کی ترغیب ملتی ہے تاکہ ایک خوددار انسان پروان چڑھے اور معاشرے کے لوگوں میں خودداری پیدا ہو سکے جو کہ کسی بھی معاشرے کا طرہ امتیاز ہے۔

23۔ حق وراثت

وراثت کا بیٹیوں کو نہ ملنا ایک ایسی لعنت ہے جس میں بہت سے لوگ مبتلا ہیں مال کی محبت ایک ایسی چیز ہے جو کہ انسان کو دوسروں کا حق مار کر اپنی امارت میں اضافے کے لیے مجبور کر دیتی ہے اس کے پیچھے اولاد ماں باپ بھائی کی اور بہن بھائی ایک دوسرے کی گردنیں اتارنے سے بھی دریغ نہیں کرتے خاص طور پر بیٹیوں کو حق وراثت دینے کے بارے میں بہت زیادہ تساہل ولا پرواہی سے کام لیا جاتا ہے یہ رکاوٹیں ماں باپ اور بھائیوں کی طرف سے ہوتی ہیں اور بہنیں بیٹیاں یہ سوچ کر کہ ہم سے ہمارے بھائی اور نہ باپ نہ الگ ہو جائیں اپنے حق سے دستبردار ہو جاتی ہیں۔

"دیگر مذاہب اور تہذیبوں میں عورت اپنے جائز حق وراثت سے محروم رہی ہے اور عموما اسے نظر انداز کیا گیا ہے مثل یہودی اور ہندومت میں وراثت کا حق دار صرف بڑا لڑکا ہوتا تھا اور لڑکیاں اس کے رحم و کرم پر ہوتی تھی۔[47]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:"مردوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترک تھوڑا ہو یا بہت حصہ ہے اندازہ بندھا ہوا۔[48]

اس کے بعد ایک اور آیت میں با قاعدہ اولاد، بیٹا، بیٹی، بہن، بھائی اور ماں، باپ کے حصہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اور اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹی کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا اگر میت کی اولاد ہو تو پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو تو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی پھر اگر کسی کی بہن بھائی ہو تو ماں کا چھٹا بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور دین کے تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کے ان میں سے کون تمہارے زیادہ کام آئے گا یہ حصہ باندھا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بے شک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔[49]

اس کے بعد تفصیل سے عورت بحیثیت بیوی بچے والی اور بغیر بچے کے کیسے اور کتنی کی حقدار ہے کہ متعلق بتایا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اور تمہاری بیویاں جو رکچھوڑ جائیں اس میں تمہیں آتا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو پھر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہیں جو ہے وہ جو اسی طرح کر لیں اور نکال کر اور تمہاری ترقی میں عورتوں کا یہی اگر تمہارے اولاد نہ ہو تو پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکے سے آٹھواں جو وصیت کر جاؤ اور دین نکال کر اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بٹنا ہو جس نے ماں باپ اور اولاد کچھ نہ چھوڑا ہو اور وہاں کی طرف سے کوئی بہن یا بھائی ہو تو ان میں سے ہر ایک چھٹا حصہ پھر اگر بہن بھائی ایک سے زیادہ ہو تو سب تہائی میں شریک ہیں مردے کی وصیت اور دین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ علم والا حلم والا ہے۔[50]

ان آیات مبارکہ کو پڑھنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اگر کوئی اتنے کھلے اور آسان فہم احکامات کے باوجود پھر بھی اپنی روش پر قائم رہتا ہے تو یہ صریح بدنیتی ہے اور اللہ کی نافرمانی پر ہر وہ انسان جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اس ناانصافی میں شریک ہے جواب دہ ہے اکثر شرپسند عناصر دین اسلام کے بارے میں یہ نقص نکالتے ہیں اور اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ بیٹے کا بیٹی سے دوگنا حصہ کیوں ہے ان کو یہ بات سمجھنے کے لیے اسلامی ضابطہ حیات کا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے تب انہیں معلوم ہوگا کہ اسلام میں عورت کو معاشی طور پر آزادی دی گئی ہے وہ ہر طرح کے معاشی فرض سے آزاد ہے مرد ہی اس کے تمام تر اخراجات اور ذمہ داریاں اٹھانے کا مجاز ہے غیر شادی شدہ عورت کی ذمہ داریاں اور اخراجات اس کے باپ اور بھائی پر جب کہ شادی شدہ عورت کی تمام تر ذمہ داری اور اخراجات اس کے شوہر پر ڈالے گئے ہیں اس کے علاوہ اسے خود سے کمانے کی بھی آزادی دی گئی ہے اور اس کمائی کی واحد حقدار وہ خود ہے اور کوئی دوسرا اس کی مرضی کے بغیر اس کے مال میں سے خرچ نہیں کر سکتا ایسے میں مرد ماں بہن بیوی اور بیٹی کی معاشی طور پر مکمل کفالت کا ذمہ دار ہے اس کے لئے اللہ تعالی نے آسانی یہ دی ہے کہ چونکہ یہ عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں لہٰذا انہیں ایک درجہ فضیلت عورت پر دی گئی ہے اور وراثت میں اسی وجہ سے دوگنا حق دیا گیا ہے۔

24۔ زوجین کے معاملات میں غیر متعلقہ افراد کی بے جا مداخلت

شادی کی صورت میں ایک نیا فیملی یونٹ وجود میں آتا ہے جس میں مرد و عورت دونوں اپنے گھر میں بنانے اور بسانے میں برابر کے ذمہ دار ہوتے ہیں ایسے میں ان کی کوشش ہونی چاہیے کہ ہر معاملے میں دوسرے سے رائے لے کر اپنے وقت اور حالات کے مطابق دونوں مل بیٹھ کر ایک دوسرے سے مشاورت کے بعد فیصلہ لیں اس فیصلے میں کسی تیسرے کی مداخلت نہیں ہونی چاہیے تاکہ ان کے فیملی یونٹ میں خوشی سکھ شانتی کا ماحول بنا رہے لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ ہمارے معاشرے میں میاں بیوی کے فیصلوں میں بیوی کے علاوہ گھر کے تمام افراد سے رائے لے کر فیصلہ کیا جاتا ہے جو کہ عورت کے دل میں اس کی اپنی حیثیت کو لے کر احساس کمتری پیدا ہوتی ہے اسے اجازت نہیں ہوتی کہ اپنے معاملات کے متعلق رائے دے اور شوہر یا سسرال کے کسی عمل پر رد عمل دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کے گھر کی زندگی دیکھیں تو تمام ازواج مطہرات کے الگ الگ حجرے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ایک بی بی کے ہاں گزارتے اور ان کی باری میں کبھی کسی دوسری بیوی کو کسی قسم کی مداخلت کی اجازت نہیں ہوتی تھی اس ضمن میں ایک واقعہ بہت مشہور ہے کہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بی بی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کے ہاں محو استراحت تھے کہ کسی بی بی نے ایک پیالے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیالے میں کچھ سالن بھیجا بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہ کو بے حد غصہ آیا اور انہوں نے ہاتھ مار کر زمین پر گرا دیا جس سے سارا سالن زمین پر گر گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے سالن صاف کرایا اور اسی قیمت کا ایک دوسرا پیالہ لے کر غلام کو دیا اور کہا تمہاری ماں کو غیرت آئی ہے۔ یہ واقعہ آج کے مردوں کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کے رد عمل پر غصے کا اظہار نہیں کیا بلکہ ان کے جذبات کو سمجھتے ہوئے ان کا احترام کرتے ہوئے انصاف کا فیصلہ کیا اور ان کے رد عمل پر ان کا دفاع کیا اور اگر آج کی عورت اپنے حق کی بات کرے تو گویا طوفان آجاتا ہے سارا گھر سسرال والے اکٹھے ہو جاتے ہیں اور عورت کو فساد کی جڑ اور آپس میں نفاق

ڈالنے والی قرار دے دیتے ہیں حالانکہ جب اللہ کریم میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیتے ہیں تو سوچنا چاہیے کہ ہم ایک دوسرے کے لئے کیا کردار ادا کر رہے ہیں ذرا ذرا سی بات پر آپے سے باہر ہو جانا اور بات بے بات خواتین اور ان کے گھر والوں کو ذلیل کرنا یہ کہاں کا انصاف ہے ہمیں ان رویوں پر غور کرنے کی اشد ضرورت ہے لباس کس قدر قریب اور ستر پوش ہے مگر آج کا مرد عورت کے لئے کس طرح کا لباس ہے ذرا سوچیے ایک دوسرے کو مکمل طور پر خوبیوں خامیوں سمیت اپنانا ہی ایک گھر کی مضبوطی اور خوشی کے لئے بنیادی کردار ادا کرتا ہے اللہ کا فرمان ہے کہ جو میاں بیوی میں تفرقہ ڈلوائے وہ شیطان کے بھائی ہیں اور ان سب کو سخت عذاب دیا جائے گا تو اس بات کو سوچتے ہوئے گھر والوں کو بھی خود کو میاں بیوی کے معاملات سے الگ رکھنا چاہیے تاکہ وہ اپنی مرضی اور سوچ کے مطابق اپنے گھر میں خوشی سے رہ سکیں۔

25۔ عورت کا جسمانی ذہنی معاشی اور معاشرتی استحصال

ہمارا معاشرہ گوناگوں علتوں کا شکار ہوتا جا رہا ہے اس میں سے ایک عورت کا استحصال بھی ہے۔ جسمانی طور پر اس پر وہ کام لاد دے جاتے ہیں جو کہ اس کی ذمہ داری نہیں ہوتے ذہنی طور پر ایسے مرد کا غلام بنایا جاتا ہے معاشی طور پر خود مختار نہیں ہونے دیا جاتا اگر ہو جائے تو اس کی کمائی پیسے کو اسی کے لیے سزا بنا کر ہتھیا لیا جاتا ہے اسے اپنی مرضی سے اپنی کمائی خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہوتی معاشرتی طور پر اسے ہر لحاظ سے مرد سے کمتر تصور کیا جاتا ہے حالانکہ اسلام کے پیروکار ہم مسلمان قوم اللہ کے وجود کو مانتے ہیں مگر اس کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے ورنہ اللہ نے ساتھ ساتھ قرآن نے بتایا ہے کہ عورتوں کا مرد پر اور مرد کا عورت پر ایک سا حق ہے مردوں کو ایک درجہ عورت پر صرف اور صرف اس وجہ سے فضیلت حاصل ہے کہ مرد اپنا مال عورتوں پر خرچ کرتے ہیں جہاں اللہ نے مرد کا ذکر کیا وہیں عورت کا بھی کیا۔ پھر بھی ہم لوگ عورت کی حیثیت کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہے گھر میں بہولا کر اس سے سارے گھر کا کام کروا کر دو وقت کے کھانے کا احسان کر کے طعنہ دیتے ہیں اور وہ ذمہ داریاں جو اس کی ہیں ہی نہیں اس پر لاد کر اسے احساس دلایا جاتا ہے کہ وہ ایک روٹی کپڑے کی ملازم کے علاوہ اور کچھ نہیں جب گھر میں کسی بارے میں فیصلے کا وقت آئے تو اس وقت اسے مصروف کر دیا جاتا ہے اور شامل نہیں ہونے دیا جاتا اگر خوش قسمتی سے پڑھی لکھی بہو ایسے گھرانے میں آجائے تو اس بے چاری کی کمبختی آجاتی ہے دن رات اس کو کم عقل نالائق ہونے کے طعنے دے دے کر آدھا پاگل کر دیا جاتا ہے شادی کے نام پر اس کا استحصال کیا جاتا ہے اگر کوئی عورت اپنے معیار زندگی بلند کرنے کے لیے گھر پر یا گھر سے باہر محنت کرنے کا فیصلہ لے اور گھر اور باہر کے کاموں میں توازن بنا کر کچھ پیسے کمانے میں کامیاب ہو بھی جائے تو اس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ گھر کے کاموں میں بھی کوئی کوتاہی نہ کرے اور جو کچھ کما کر آئے وہ گھر کے مرد کے حوالے کرے اور خود اپنی کمائی کو اپنی ذات پر اپنی مرضی سے خرچ کرنے کا حق نہیں دیا جاتا اتنا کام کرنے کے بعد اس کے پاس اپنے لئے کوئی وقت نہیں بچتا لیکن اس کے باوجود اس کی نیت اس کی کوشش اس کے پیار کو سراہنا تو دور کی بات کوئی اسے تسلیم تک نہیں کرتا اس طرح معاشرتی طور پر بھی اسے اس کی انفرادی شخصیت کے ساتھ قبول نہیں کیا جاتا اس کی پسند ناپسند اور رائے کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی ہے۔

" اسلامی علوم میں قرات تفسیر حدیث فقہ فرائض میں متعدد صحابیات کمال رکھتی تھی ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا علم حدیث میں تمام صحابیات سے ممتاز تھیں حضرت عائشہ کی 2210 روایات ہیں اور حضرت ام سلمہ نے 378 روایت کی ہیں۔[52]

بیٹے کے مقابلے میں بیٹی کو کمتر سمجھا جاتا ہے شادی کے بعد اس سے بطور عورت ہر صحیح غلط معاملے میں اطاعت کی توقع رکھی جاتی ہے اور اختلاف رائے کو کو بغاوت سمجھا جاتا ہے معاش کے لئے باہر نکلنے والی محنت کش عورتوں کو آوارہ سمجھا جاتا ہے اور ان کے کام کی جگہ پر بھی مردوں کے مقابلے میں سہولتیں اور ترقی کے کم مواقع ملتے ہیں۔ اور عورت کی ملٹی ٹاسکنگ سکل کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس سے کم قابل مرد کو آگے بڑھنے کا موقع دیا جاتا ہے غرض ہر جگہ ہر ہر نیا کا استحصال کیا جاتا ہے نیچا دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے یہ المیہ ہے سوچ لیجئے آپ کی آنے والی نسلوں کی ذمہ داری ایسی عورت پر ہے جو ان سب زیادتیوں کے نتیجے میں ذہنی مریض بن جائے گی تو کیا ایسی عورت آپ کو صحت مند نسل دے سکتی ہے ؟ اور کیا وہ ایک اچھے معاشرے کے قیام میں مدد دے سکتی ہے ؟ وقت آگیا ہے کہ ہم عورت کی اہمیت کو سمجھیں اسے اس کے حقوق دیں اور اس کی بدولت انسان عزت اور تکریم کریں تاکہ دنیا میں اپنی آنے والی نسلوں کے سامنے اور قیامت کے دن اللہ کے دربار میں سرخرو ہو سکیں۔

نتائج:

اہم عائلی مسائل جن میں بیٹی کی پیدائش پر منفی ردعمل بیٹی کی پرورش میں صنفی امتیاز، بے جا سختی، ڈانٹ، پابندیاں حصول علم میں رخنہ انگیزی، نکاح میں پسند اختیار نہ دینا اور جذباتی طور پر ہراساں کر کے اپنی مرضی مسلط کرنا، بیٹی والوں کا پیغام نکاح بھیجنا معیوب سمجھنا ، عورت کا مرد سے عمر میں زیادہ ہونا اور عورت کے حوالے سے دیگر مسائل جہیز کی کمی یا زیادتی، عورت کا زیادہ تعلیم یافتہ ہونا، لڑکی دیکھنے آنے والوں کا روایتی پر تشدد رویہ، عورت کی حفاظت نان نفقہ، الگ گھر کا مطالبہ، خواتین سے وابستہ توقعات، مرد کی بے جا سختی اور درشت غیر متوازن رویہ اور پابندیاں، ملازمت پیشہ خواتین سے وابستہ توقعات، کام کی جگہ پر جنسی ہراسگی اور صنفی امتیاز، مرد کی دوسری شادی، بیویوں میں عدل وانصاف کا نہ کرنا، سسرال کا بہو اور داماد پر حق، خلع کا حق، متعلقہ اور بیوہ عورت کی حالت زار، حلال ذریعہ معاش اور ملکیت کا حق ، وراثت کا حق، زوجین کے معاملات میں غیر متعلقہ افراد کی بے جا مداخلت اور عورت کے جسمانی، ذہنی، معاشی اور معاشرتی استحصال ہیں انسے متعلق قرآن وحدیث اور امہات المومنین اور صحابیات کرام کے حیات مبارکہ سے رہنمائی دینے کی کوشش کی گئی۔

حوالہ جات

1. القرآن 81 /298
2. اسلام میں حیثیت نسواں، سید جلال الدین عمری، صفحہ نمبر 11
3. مسلمان عورت کے حقوق، سید جلال الدین عمری، صفحہ نمبر 93
4. اللباب فی الحقوق والاداب، ڈاکٹر طاہر القادری، صفحہ نمبر 41
5. ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں، عبد الملک قاسم، صفحہ نمبر 36
6. مسلمان عورت کے حقوق، سید جلال الدین عمری، صفحہ نمبر 94

7. صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، باب النکاح، حدیث نمبر55، فرید بک اکیڈمی لاہور
8. ایضاً ، محمد بن اسماعیل، باب النکاح، حدیث نمب56ر، فرید بک اکیڈمی لاہور
9. تربیت اولاد اور ہماری زمہ داریاں، ڈاکٹر ظل الرحمن لطف الرحمن تیمی، صفحہ نمبر28
10. صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، باب النکاح، حدیث نمبر43، فرید بک اکیڈمی لاہور
11. ایضاً، محمد بن اسماعیل، باب النکاح، حدیث نمبر132، فرید بک اکیڈمی لاہور
12. سکون خانہ، مولانا پیر زوالفقار علی نقشبندی، صفحہ نمبر15
13. کیمیائے سعادت، امام غزالی، صفحہ نمبر320
14. صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، باب النکاح، حدیث نمبر42، فرید بک اکیڈمی لاہور
15. القرآن:4/ 4
16. عورت قرآن کی نظر میں، شمیمہ محسن، صفحہ نمبر89
17. سیرت سیدہ خدیجہ الکبری،، ڈاکٹر طاہر القادری، صفحہ نمبر17
18. صحابیات اور علم کی تحصیل واشاعت، ڈاکٹر زاہدہ شبنم، صفحہ نمبر419
19. اللباب فی الحقوق والاداب، ڈاکٹر طاہر القادری، صفحہ نمبر40
20. یکمیاے سعادت، امام غزالی، صفحہ نمبر321
21. عورت اور اسلام، مولانا شہاب الدین ندوی، صفحہ نمبر19،18
22. لڑکی سسرال میں، سید جلال الدین عمری، صفحہ نمبر366
23. خاندانی نظام اور قرآنی تعلیمات، سید جلال الدین عمری، صفحہ نمبر15
24. القرآن:10/62
25. مرد کی قوامیت، مفہوم اور زمہ داریاں، ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، صفحہ نمبر58
26. القرآن:32/4
27. ایضاً 29/4

28. تعدد ازدواج پر ایک تحقیقی نظر، مولانا محمد شہاب الدین ندوی، صفحہ نمبر 44

29. القرآن:4/29

30. صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، باب النکاح، حدیث نمبر 66، فرید بک اکیڈمی لاہور

31. القرآن:4/129

32. بیویوں کے درمیان عدل کے ضوابط، ڈاکٹر محمد بن ناصر الحمید، مترجم: مفتی مجاہد شبیر احمد فلاحی قاسمی، صفحہ نمبر 219

33. خلع اور اس کے احکام، سید جلال الدین عمری، صفحہ نمبر 01

34. القرآن:4/128

35. ایضاً 4/130

36. صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، باب الطلاق، حدیث نمبر 22، فرید بک اکیڈمی لاہور، فرید بک اکیڈمی لاہور

37. ایضاً، محمد بن اسماعیل، باب الطلاق، حدیث نمبر 29

38. القرآن؛ 24/32

39. سیرت سیدہ خدیجہ الکبری، ڈاکٹر طاہر القادری، صفحہ نمبر 22

40. القرآن؛62/10

41. سیدۃ العرب، حجۃ الاسلام محمد محمدی اشتہاردی، مترجم: سید علی شبیر نقوی، صفحہ نمبر 45،44

42. القرآن؛53/39

43. دور حاضر میں خواتین کی ملازمت کا مسئلہ، سید جلال الدین عمری، صفحہ نمبر 10

44. القرآن؛4/32

45. القرآن؛4/29

46. صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، باب البیوع، حدیث نمبر 38، فرید بک اکیڈمی لاہور

47. اسلامی نظام وراثت میں عورت کا حصہ، محمد رضی الاسلام ندوی، صفحہ نمبر 418

48. القرآن؛4/7

49. القرآن:11/4

50. ایضاً 12/4

51. سیر الصحابیات مع اسوہ صحابیات، مولانا سعید انصاری ندوی، مولانا عبد السلام ندوی، صفحہ نمبر 11

52. سیر الصحابیات مع اسوہ صحابیات، مولانا سعید انصاری ندوی، مولانا عبد السلام ندوی، صفحہ نمبر 14